المرشد

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو،وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7-پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ،ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا پلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

دینی، اصلاحی، علمی تصوّف و سلوک کا واحد مجلّہ

ماہنامہ المرشد چکوال جہلم

شمارہ ۱
جلد ۶
محرّم الحرام ۱۴۰۵ھ
اکتوبر ۱۹۸۴ء

بیاد:
حضرت العلّام مولانا اللہ یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست
حضرت مولانا محمّد اکرم صاحب مدّظلہٗ العالی

مدیرِ مسئول
حافظ عبدُالرّزاق ایم۔ اے (اسلامیات)

مجلس ادارت اعزازی:
- پروفیسر بنیاد حسین نقوی بی۔ اے آنرز۔ ایم۔ اے
- پروفیسر باغ حسین کمال۔ ایم۔ اے

برائے رابطہ: دار العرفان، منارہ (جہلم)
سول ایجنٹ: مدنی کتب خانہ، گنپت روڈ۔ لاہور
بدل اشتراک سالانہ: ۵۰/- روپے ششماہی: ۲۵/- فی پرچہ ۴ روپے

فہرستِ مضامین

ادارية: ۲ تا ۳
درسِ قرآن: ۴ تا ۱۰
طبائع چار قسم کی ہیں: ۱۰
باتیں اُن کی: ۱۱
چراغِ مصطفوی: ۱۲ تا ۱۴
اشاعتِ دین: ۱۵ تا ۱۹
نعتِ رسول ﷺ: ۲۰ تا ۳۴
دار العرفان کے شب و روز: ۳۵ تا ۳۷
شراب نوشی: ۳۸ تا ۴۰

ضروری اطلاع:-
المرشد کا زیرِ نظر شمارہ ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔
لیکن اس میں ۴۸ صفحات سے زائد کا مواد ہے۔
انشاء اللہ آئندہ شمارہ ۴۸ صفحات کا ہوگا۔

حافظ عبدالرزاق پبلشر نے منہاج الدین پرنٹرز اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المرشد الحسنات منزل۔ چکوال۔ ضلع جہلم سے شائع کیا

اداریہ

اَلحمدُ لِلّٰہ "اَلمرشد" کی زندگی کا پانچواں سال بخیروخوبی اختتام پذیر ہوا چھٹے سال کا یہ پہلا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی دینی ماہنامے کا اس انداز سے سرگرم سفر رہنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے ممکن ہے بالخصوص جس ماہنامے کی تمام تر توجہات کا مرکز تصوف وسلوک اور اصلاح باطن ہو وہ اس مادیات کے گھپ اندھیرے میں اپنے وجود کو کیسے برقرار رکھ سکتا ہے حال یہ ہے کہ ؎

اس بزم میں مجھ سے کہتے ہیں سب موقع کے مطابق بات کہو ۔۔۔ اور ہم نے یہ دل میں ٹھانی ہے یا دل کی کہیں یا کچھ نہ کہیں

بہرحال ہم صرف اللہ رب العزت کے بھروسے پر چل ہی رہے ہیں اگر اللہ تعالےٰ نے احباب کے دلوں میں اس کی ضرورت کا احساس زندہ رکھا تو انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے۔ السعی منّی والاتمام من اللہ۔

محرم کا مہینہ اسلامی سال میں خاص طور پر ایثار اور قربانی کا مہینہ ہے یوں تو دین اسلام از اول تا آخر ایثار اور قربانی کا مہینہ ہے یوں تو دین اسلام از اوّل تا آخر ایثار اور قربانی سے عبارت ہے بقول عارف

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے ۔۔۔ لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

مگر اس مہینے میں تو اسلام کے اوّلین اور زریں دور میں دو بے مثال قربانیاں دی گئیں اس مہینے کی پہلی تاریخ کو اسلام کا بطل جلیل رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دوسرا جاں نثار جانشین عمر فاروق یہود کی سازش کا شکار ہوا اور اس کی عمر بھر کی دعا قبول ہوئی کہ اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک وفی بلد حبیبک۔

یعنی اَے اللہ تو مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما اور اپنے حبیبؐ کے شہر میں یہ دولت عطا فرما۔

لوگ حیران ہوکر پوچھتے تھے کہ امیرالمؤمنین! آپ کی دعا کے دوسرے حصّے کی حقیقت سمجھ میں نہیں آرہی تو آپ جواب دیتے تھے کہ اللہ قادر ہے واقعی اللہ نے اپنی قدرت دکھا دی کہ اپنے حبیب کی مسجد میں اور اپنے حبیب کے روضے کی چھاؤں میں شہادت عطا فرمائی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدند　　خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اور اس مہینے کی دسویں تاریخ کو اسلام کے مایہ ناز فرزند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز نواسے بھی یہودی سازش کا شکار ہوئے۔ جنہوں نے اپنا بن کر، ہزاروں خطوط لکھ کر اور اپنا ایک وفد بھیج کر گھر بلایا، اور اپنے ہاتھوں سے اس عزیز ترین مہمان کو ذبح کیا جن کی بصیرت نے شہید ہونے سے کہیں پہلے اعلان کر دیا تھا کہ قد خذلنا شیعتنا۔ سن

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ دو قربانیاں بعد میں آنے والوں کے لیئے ناقابل فراموش پیغام چھوڑ گئیں۔

اوّل یہ کہ اللہ کی راہ میں جان دینا، مرنا نہیں بلکہ زندہ جاوید ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد رکھو ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

دوئم یہ کہ دین نام ہی مسلسل قربانیوں کا ہے۔

خواہشات نفس کی قربانی۔ پسند و ناپسند کے معیار کی قربانی، گھر بار کی قربانی خویش و اقربا کی قربانی، گھر بار کی قربانی خویش و اقربا کی قربانی مال و دولت کی قربانی اور آخر میں جان کی قربانی۔

سوم یہ کہ اپنی زندگی کے حالیہ گذرے ہوئے سال پر نگاہ دوڑاؤ تم نے اپنے اندر قربانی کا یہ جذبہ کس حد تک پالا۔ اللہ کی رضا کے لیئے اللہ کے دین کے لیئے کس کس موقع پر قربانی کا مطالبہ ہوا اور تم نے کس حد تک کس شکل میں اور کس انداز میں قربانی پیش کی۔

چہارم یہ کہ اگر تمہاری فردِ عمل قربانی سے خالی ہے تو اب تلافیٔ مافات کی فکر کرو۔ اور اگر اس میں کچھ اندراج ہے تو اب نئے جذبہ کے ساتھ اس میں اضافہ کرنے کی کوشش کر۔ ممکن ہے نیا سال ہمارے لیے مہلت کا آخری سال ہو۔

اَللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ

درس قرآن

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی ۱۱ جولائی ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیسوا سواء من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون ....

.... واللہ علیم بالمتقین

اہل کتاب سب تو ایک جیسے نہیں بلکہ اُنہیں میں سے ایک جماعت ایسی ہے جس نے دین حق کو قبول کیا ہے اور اِس کا اثر اِن کے کردار پہ ظاہر ہے کہ اُن کی راتیں تلاوت کلام سے مزین اور نوافل اور سجود سے منور ہیں اُنہیں اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان نصیب ہُوا ہے اور آخرت کے روز پر کہ وہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور خود نیکی کی طرف لپکتے ہیں کہ وہ صالحین میں سے ہیں۔ گویا یہ وضاحت فرما دی کہ مانع برکات صرف کفر ہے اگر کفر کی دیوار ڈھے جائے اور ایمان کی حلاوت نصیب ہو تو ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق خیر و فلاح حاصل کر سکتا ہے، صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ صالحین کے معزز لقب سے اللہ کریم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نوازا ہے جیسا کہ کتاب اللہ میں متعدد مقامات پر مذکور ہے سو امتی بھی باتباع نبوت اپنی حیثیت کے مطابق اِس کمال کو حاصل کرتا ہے اور یہی مقصود ہے جس کی علامات یہاں گنوادی گئی ہیں کہ فرائض تو بجائے خود یہ لوگ نوافل پر حریص ہوتے ہیں اور غفلت سے نکل ہشیاری اور بیداری کو اختیار کرتے ہیں راتوں کو تلاوت اور سجدوں سے سجاتے ہیں نہ صرف خود نیک عمل کی طرف لپکتے ہیں بلکہ سراپا دعوت ہوتے ہیں اور برائی سے نہ صرف خود اجتناب کرتے ہیں بلکہ اس کے خلاف ہمیشہ جہاد کرتے ہیں۔ یہی حال سلوک ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنے آپ کو دیکھ کر اندازہ کر سکتا ہے ہاں جو شخص بھی نیکی کرے گا اُس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ ہمارے ہاں ایک جملہ غلط طور پر مشہور ہے کہ عبادت ادھاری محنت ہے اس کی اُجرت آخرت کو ملے گی، مگر ایسا نہیں ہے اِس آیت کریمہ نے ایمان اور عبادات کے باعث جو اجر دنیا میں مرتب ہوتا ہے ارشاد فرما دیا اور یہ بھی کہ اللہ جل شانہٗ، نیکی کرنے والوں سے ہر آن باخبر ہے کسی کی ذرا سی نیکی بھی ضائع نہیں فرماتا بلکہ دنیا میں اِس پر کمال ایمان اور اصلاح احوال کا پھل لگتا ہے اور آخرت میں قرب الٰہی نصیب ہوتا اور امر نواہی کا حاصل کرنا اپنی جگہ پر تلاوت سے احکام کا سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا یہ ساری چیزیں اپنی جگہ پر اِن سب کے علاوہ تلاوت کا ایک اور مقام بھی ہے کہ اگر کوئی چاہے کہ وہ اللہ جل شانہٗ سے ہم کلام

ہو وہ قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرے اور قرآن کریم کو سمجھنے کا اسلوب یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو قرآن کا مخاطب سمجھے اور جس آیت کو پڑھے اس کو محض نرا ثواب ہی سمجھ کر نہ پڑھے بلکہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ میں ہی مخاطب ہوں اور مجھی کو یہ بات بتائی جا رہی ہے خواہ خبر ہے خواہ امر ہے خواہ نہی ہے ۔

تو فرمایا اہل کتاب میں بھی ایسے لوگ ہیں یہاں سے ایک بنیادی بات سمجھ میں آئی کہ فطری طور پر ہر شخص وہ استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے جو اُسے قربِ الٰہی کے منازل تک پہنچا دے جیسے حدیث پاک میں ارشاد ہے کل مولد یولد علی فطرۃ ۔ ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر جب معاشرے میں وہ پہنچتا ہے والدین کو دیکھتا ہے پرورش پاتا ہے فابواہُ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم پھر وہ معاشرہ یا اُس کے والدین جن میں وہ پلتا بڑھتا ہے وہ اُس کو اپنی طرف کھینچ کرتے جاتے ہیں اگر یہودی ہوں تو اُسے یہودی بنا دیتے ہیں اگر نصرانی ہوں تو نصرانی بنا دیتے ہیں مجوسی ہوں تو مجوسی بنا دیتے ہیں لیکن یہ نقل بھی اُسے اُس کی فطری استعداد سے محروم نہیں کرتی اگر کسی بھی وقت اُسے ایمان نصیب ہو جائے جب کفر زائل ہوتا ہے تو وہ شے پھر زندہ ہو جاتی ہے جس میں تجلیاتِ باری کو اخذ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ یہاں جب اصحاب کا ذکر ہو رہا ہے یہ بعثت آقائے نامدار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پہلے اکثر اکابر یہود میں سے تھے جب انہیں ایمان نصیب ہوا تو اِس قدر حق اطاعت ادا کیا انہوں نے کہ اللہ کریم نے اِن کی مدح و ثنا فرمائی اور انہیں ثنائی مؤمن قرار دیا اور ایک بنیادی مسئلہ ارشاد فرما دیا کہ وہ اوصاف جو اللہ کریم نے تخلیقی طور پر وجودِ انسانی میں رکھے ہیں وہ کبھی ضائع نہیں ہوتے جس طرح سونے کے ساتھ ہزاروں دھاتیں ملا دی جائیں بلکہ اُسے ہی مسخ کر دیا جائے لیکن جب کبھی آپ اُسے تیزاب میں ڈالیں گے یا اُسے بھٹی میں ڈالیں گے تو سونا پھر سونا نکلے گا مٹی میں ملا دو کوڑے کرکٹ میں پھینک دو کہیں ضائع کر دو تو بالآخر جب بھی اُسے بھٹی پر چڑھائیں گے تو پھر سونا اپنی اصلی حالت پہ پلٹ آئے گا، یہی حال انسان کا ہے کہ اُس میں ہزاروں کھوٹ کفر گناہ کذب عیوب مل جائے جب بھی بارگاہِ نبوت میں آئے گا، پھر کندن بن جائے گا تو گویا تصوف کا ایک بنیادی مسئلہ حل ہو گیا کہ ہر شخص میں مقامات کو حاصل کرنے کی استعداد موجود ہے فطری طور پر اور طبعی طور پر اب کوئی کہاں تک پہنچتا ہے اللہ کی عطا مقدم ہے سب پر اور استعداد بھی اللہ ہی کی عطا ہے لیکن اِس کے ساتھ بڑی حد تک تعلق اُس شخص کے یقین اور اُس شخص کے طلبِ صادق کو ہے ، کہ وہ کتنے خلوص سے مانگتا ہے کتنے یقین سے طلب کرتا ہے اور جتنا خلوص اور جتنا یقین ہو گا اتنی ہی وہ محنت کرے گا ۔

یتلون اٰیٰت اللہ اٰناء الیل وہ راتوں کو کھڑا تلاوت کر رہا ہو گا ۔ وھم یسجدون جب لوگ سو رہے ہوں گے تو وہ سربسجود ہو گا یعنی مجاہدہ اُتنا ہی کیا جا سکتا ہے جتنا یقین کامل ہو اور یہ بڑی عجیب بات ہے جیسے ایک فطری اصول ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چیز کا بیج یا

ایک چیز کی گٹھلی ہم زمین میں دباتے ہیں تو اُسی گٹھلی سے ایک بہت بڑا درخت بنتا ہے آم ہی کی گٹھلی کو لے لیں چھوٹی سی گٹھلی سے ایک بہت بڑا درخت آم کا بنتا ہے پھر وہ درخت بنتا ہے اُس پہ پتے آتے ہیں پھول آتے ہیں بُور آتا ہے آم لگتے ہیں اور نتیجۃً ہمیں وہی بے شمار گٹھلیاں حاصل ہوتی ہیں یعنی اِس سارے پراسس کے بعد پھر وہی گٹھلی حاصل ہوتی ہے مجاہدہ ایمان سے پھوٹتا ہے یقین و اعتماد سے پیدا ہوتا ہے پلتا بڑھتا ہے پھول آتے ہیں پھل لگتا ہے اور جب پھل لگتا ہے تو پھر یقین ہی کا پھل لگتا ہے۔ یقین ہی بنیاد ہے ایمان ہی بنیاد ہے مجاہدے کی اگر یقین نہ ہو تو اُس کام کے لئے محنت نہیں کی جاتی جب تک کسی کام کے ہو جانے کا یقین نہ ہو کہ یہ کام کیا جا سکتا ہے اُس وقت تک اُس کام کے لیے محنت نہیں کرتے اور ایمان کے ساتھ جب اللہ کی راہ میں کوئی مجاہدہ کرتا ہے اُس کا ما حاصل کمال ایمان ہوتا ہے فرمایا ایسے لوگ ہیں جو راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں یؤمنون باللہ اور اِس مجاہدے کے نتیجہ میں اُنہیں کمال ایمان نصیب ہوتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سب سے بڑی بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی حال میں کبھی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ پہ نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ بھروسہ فرمایا نہ اُمید ہی رکھی۔

تاریخ کو اگر دیکھا جائے عقیدت کے علاوہ بھی تو اتنے مشکل مقامات ہمیں نظر آتے ہیں تاریخ میں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک ایک واقعہ کو دیکھیں آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے دن کو دیکھیں پوری روئے زمین پر پوری دنیا کی تمام قومیں تمام ممالک تمام حکومتیں اپنے اپنے رواجات کے مطابق اپنے اپنے نظریات کے مطابق اپنی اپنی رسومات کے مطابق اپنی راہ پہ گامزن ہیں۔ اور پوری خدائی کو صرف ایک انسان کھڑا ہوا یہ بتا رہا ہے کہ تم سارے ہی غلط کر رہے ہو یہ کیا آسان بات ہے کسی بھی شخص کے نظریات کو چیلنج کرنا اُس کی معاشرت اور اُس کے تمدن کو چیلنج کرنا سب سے مشکل ترین کام ہے آپ گھروں میں نہیں دیکھتے کہ باوجود مسلمان ہونے کے ہندووانہ رسومات جو گھروں میں در آئی ہیں کوئی اُنہیں نہیں روک سکتا۔ اور اگر کوئی روکنا چاہے تو اُسے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے خود اپنے گھروں میں اپنے اہل خانہ باز نہیں آتے تو پوری خدائی کو چیلنج کرنا اور صرف ایک تن تنہا انسان کا یہ جرأت یہ حوصلہ اُس ایمان اور اُس یقین اور اُس اعتماد کا ثمرہ ہے جو اللہ کے رسول کو ذات باری پہ حاصل ہے اِس کے ساتھ حضور کی حیات طیبہ کو ہم تاریخ عالم میں دیکھیں تو کئی زندگی میں کونسی مصیبت ہے جو سامنے نہیں آئی اور پھر یہ یقین حضور اقدس نے یوں لٹایا کہ جو صحبت اقدس میں آیا اُس نے بھی اپنی حیثیت کے مطابق اِس سے حصہ پایا حتیٰ کہ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کفار کی ایذا سے تنگ آ کر مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر چل دیئے تو ایک مشرک تھا دغنہ راستے میں اُس کی آپ سے ملاقات ہو گئی اُس نے پوچھا کہاں جاتے ہو فرمایا اس شہر کو چھوڑ کر جا رہا ہوں تنگ کرتے ہیں مجھے لوگ اُس نے کہا تمہارے جیسا بہترین انسان تمہارے جیسا

کریم اور شریف انسان اگر ایسے لوگ شہروں کو چھوڑنا شروع کریں گے تو شہر تو تباہ ہو جائے گا۔ وہاں کون بسے گا، یہ آپ واپس چلیں وہ آپ کو واپس لے آیا اور اُس نے اعلان کر دیا کہ ابوبکر میری پناہ میں ہے کوئی اگر انہیں چھیڑے گا تو وہ میرے ساتھ چھیڑ کر رہا ہے میرے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے اور عرب میں یہ بڑا رواج تھا کہ کوئی شخص کسی کو پناہ دے دیتا تو اُس کا پورا قبیلہ اُس کی حفاظت کا ذمہ دار بن جاتا کفار کی مصیبت یہ تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھوٹی سی مسجد بنا رکھی تھی گھر میں اور اُس میں وہ راتوں کو بڑے سوز سے تلاوت کیا کرتے اور جو سنتا تھا اُس کا بھی دل پسیج جاتا تھا تو وہ کہتے تھے ہماری عورتیں ہمارے بچے راتوں کو چھتوں پر نکل کر سننا شروع کر دیتے ہیں یہ سب اِسی کے مذہب پر چلے جائیں گے آپ جب واپس آئے تو اپنا معمول تو آپ نے جاری رکھا پھر اُسی طرح آپ راتوں کو عبادت کرتے تھے اور بڑے سوز کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تو مشرکین نے ابن دغنہ کے پاس شکایت کی کہ ہمیں ابوبکر کی ذات سے نہیں اِس کام سے بڑی کوفت ہوتی ہے ہمارے لیے یہ بڑا باعث کرب ہے ہمارے تو سارے بیویاں بچے جو ہیں اُنہی کی بات مان لیں گے۔ اُسی طرف چلے جائیں گے تو تم نے اُنہیں پناہ دے دی ہے اُنہیں اِس کام سے منع کرو عبادت کرے اپنے دل میں تلاوت کرے اپنا کام اپنے طور پر کرے وہ ہمیں کیوں پریشان کرتے ہیں تو وہ پھر حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ یا تو یہ کام چھوڑ دیں ورنہ میرے لیے مشکل ہو جائے گا کہ میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کافر کی پناہ میں رہنا پسند نہیں ہے جو تم اعلان کر دیا ہے پناہ کا وہ اپنا اعلان واپس لے لو اور پھر اعلان کر دو کہ میرا ابوبکر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، مجھے صرف اُس کی پناہ چاہیے جس کا کلام میں راتوں کو اُٹھ کر پڑھا کرتا ہوں یہ وہ دولت ایقان تھی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بٹائی اِس دُنیا میں آکر اور پھر ہم اِسے مختلف مقامات پر مختلف کیفیات میں دیکھتے ہیں حتیٰ کہ ایک دِن آپ اثنائے راہ میں احباب سے کٹ کر کسی درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے .... ایک مشرک کا گزر ہُوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار بھی لٹک رہی تھی اُس درخت کے نیچے۔ اُس نے وہی تلوار اُتار لی اور پھر بڑے تکبر سے بیدار کیا آپ کو اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ اب میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا۔ تو حضور نے فرمایا اللہ۔ آپ کے یہ کہنے پر اُس پر لرزہ طاری ہو گیا تلوار چھوٹ کر اُس کے ہاتھ سے گر گئی حضور نے اُٹھائی اور فرمایا اب تم بتاؤ تجھے کون بچا سکتا ہے۔ کہنے لگا کوئی نہیں فرمایا تم بھی کہہ دو اللہ یعنی یہ کمال ایمان ہمیں بدر ہو یا اُحد خندق ہو یا یرموک ایک ایک قدم پر ذات اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ میں بھی نظر آتا ہے اور آپ اِس کو لٹاتے ہوئے بھی ملتے ہیں کہ جو آپ کے دامن سے وابستہ ہُوا وہ اِس دولت سے مالا مال ہُوا۔ اور یہی بنیاد ہے تصوف و سلوک کی اور یہی بنیاد ہے مجاہدات کی بھی اور یہی ماحاصل ہے تصوف و سلوک کا بھی تمام کمالات کا بھی کہ اللہ کے ساتھ کامل ایمان نصیب ہو جائے اُس کی ذات پہ کامل بھروسہ ہو یومنون باللہ

والیوم الآخر اور قیامت کے دن کا یقین نصیب ہو جائے وہ اس طرح کہ یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر نہ صرف خود نیکی پہ کاربند ہو بلکہ نیکی کا مبلغ بن جائے اس کے اقوال اس کے افعال اس کا کردار اس کے نظریات دوسروں کے لیئے بھی نیکی پہ عمل کرنے کا سبب بنیں اور برائی سے روکنے والا منع کرنے والا ہو جائے یہ نتیجہ ہے ایمان بالآخرت کا نہ صرف یہ کہ خود برائی سے بچے بلکہ دوسروں کو بھی برائی میں ملوث دیکھ کر ان کے بچنے کی فکر بھی کرے۔ اور جس حد تک ممکن ہو اگر ہاتھ سے روک سکتا ہے تو جہاد کرے زبان سے روک سکتا ہے تو زبان سے منع کرے اتنا بھی نہیں کر سکتا تو انہیں علیحدہ چھوڑ دے اور کم از کم ان کے لیئے دعا تو کیا کرے کہ اللہ برائی سے پناہ دے یہ سب سے کمزور ترین ایمان ہے کہ بدکاروں سے کوئی علیحدہ ہو جائے ذالک اضعف الایمان سب سے کمزور ترین ایمان یہ ہے کہ جہاں برائی ہو رہی ہو وہاں سے کوئی علیحدہ ہو جائے۔

اور اس کے ساتھ ویسارعون فی الخیرات نیکی پہ حریص ہیں بڑے اچھائی کی طرف لپکتے ہیں دوڑتے ہیں تاخیر نہیں کرتے یہ تمام اوصاف اللہ کریم نے ان لوگوں کے ارشاد فرمائے ہیں جو اہل کتاب میں سے تھے اور جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان نصیب ہوا۔ تو ان تمام انعامات کو مانع کفر تھا کسی شخص کی ذات بڑی نہیں ہے اگر تو کفر وہاں موجود ہے تو وہ ان تمام کمالات کا مانع ہے۔ ایک دیوار ہے ان تمام انعامات کے سامنے لیکن اگر یہ کفر کی دیوار ڈھیہ جائے اس کی جگہ ایمان کا نور آجائے تو پھر وہ شخص بھی ان جملہ کمالات کو حاصل کر سکتا ہے پا سکتا ہے پھر جائیکہ کہ ایسے خوش نصیب جو پیدا ہی مسلمانوں کے گھروں میں ہوئے اور جنہیں دنیا میں آتے ہی دولت ایمان نصیب ہوئی اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے فیوض و برکات کو اخذ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان سب کے لیئے جہاں دلیل ہے اس آیت کریمہ میں کہ ہر شخص مقامات قرب کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات کو حاصل کر سکتا ہے اپنی حیثیت کے مطابق اپنے جذبے کے مطابق اپنی طلب کے مطابق اپنے خلوص کے مطابق اور اپنے مجاہدے اور اپنی محنت کے مطابق وہاں یہ ایک آئینہ بھی بن گیا ہے ہر شخص اپنے آپ کو اس فریم میں بھی فٹ کر کے دیکھ سکتا ہے کہ میں کیا اس فریم کے اندر آجاتا ہوں یا میرا کوئی کونہ کھدرا اس سے باہر رہ جاتا ہے یہ تمام ذکر اذکار یہ تمام سفر اور مصیبت اٹھانے کا یہ تمام مجاہدات کا ماحصل یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ تعلق حاصل ہو جائے یقین اور اعتماد حاصل ہو جائے آخرت پر اعمال و کردار میں صلاحیت اور نیکی آجائے اور برائی سے تنفر دوری اور توبہ کا موقع نصیب ہو اور توبہ نصیب ہو۔ اگر کوئی شخص خدانخواستہ ان تمام محنتوں کے باوجود بھی پھر فضولیات میں الجھا ہوا ہے تو اسے از سر نو جائزہ لینا ہوگا اس یقین کا جس کے ساتھ وہ اس طرف راغب ہوا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں واولٰئک من الصّٰلحین

ایسے لوگ صالحین میں سے ہیں صالحین انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں سے ہیں اور بے شمار انبیاء کا ذکر اللہ کی کتاب میں اِس طرح ملتا ہے کہ وہ میرے صالح بندوں میں سے ہیں اولالعزم رسولوں کا ذکر ملتا ہے اولٰئک من الصّٰلحین ہیں - اِس کے ساتھ ان لوگوں کو بھی اگر صلاحیت نصیب ہو تو مقام اگرچہ ایک ہوتا ہے ہر شخص کو اپنی حیثیت کے مطابق نصیب ہوتا ہے نبی کی صلاحیت بحیثیت پیغمبر کے صحابی اگر صالحین میں شامل ہو گا تو وہ بحیثیت صحابی ہو گا ولی اگر صالحین میں شامل ہو گا تو بحیثیت ایک ولی اللہ ہو گا لیکن صالحین کی

ہو گا تو بحیثیت ایک ولی اللہ ہو گا۔ لیکن صالحین کی جماعت میں اُن کے زمرے میں شامل ہونا ایک بہت بڑی سعادت اور ایک بہت انتہائی مقام ہے۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ جو پہلے کفر میں تھے پھر اُنہیں ایمان نصیب ہُوا اور نور ایمان نے اُنہیں اللہ کی بارگاہ میں لا کھڑا کیا جہاں سے اُنہیں یقین کامل نصیب ہُوا۔ اور خُدا کے ساتھ آخرت کے ساتھ، اعمال کی جزا اور سزا کے ساتھ ثواب و عذاب کے ساتھ قرب و بُعد کے ساتھ اللہ کی رضا اور اللہ کی ناراضگی اُن پہ عیاں ہوئی اور اُس کی طلب میں وہ یوں لگ گئے کہ دوسروں کو بھی پکڑ پکڑ کر آپ اُس پر کھینچتے تھے کہ اِس طرف آؤ بھلائی اِس طرف ہے اُس طرف مت جاؤ وہ راہ تباہی کا ہے اور ویسارعون فی الخیرات اور نیکی کی طرف لپکتے ہیں واولٰئک من الصّٰلحین ایسے ہی لوگ صلاحیت کو پانے والے ہیں پھر قانون ارشاد فرما دیا فرمایا ما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ کوئی بھی متنفس

جب نیکی کرے گا تو اُس کی نیکی ضائع نہ جائے گی - واللہ علیم بالمتقین اللہ جل شانہٗ ایسے لوگوں سے جو اللہ کی رضا کے لیئے مجاہدہ کرتے ہیں خوب واقف ہے کسی کی عبادت اُس سے پوشیدہ نہیں چھپی ہوئی نہیں ہے اور کبھی بھی کسی کی بھی نیکی رب کریم ضائع نہیں فرماتے۔ نیکی کیا ہے ہر وہ کام جو اللہ کے لیئے ہو اور اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق ہو کسی بھی کام کے نیکی ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک تو وہ کام خالص اللہ کے لیئے کیا جائے اور کوئی مقصد نہ ہو اُس میں نہ دنیا کمانا یا عزت کا مقام نہ دولت نہ اُس میں کوئی ریا نہ دکھلاوا نہ شہرت کوئی شئے نہ ہو اُس میں وہ کام اِس لیئے کیا جائے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو اور میرا اللہ قبول کرے اور پھر اِس طرح کیا جائے جس طرح کرنے کا طریقہ اللہ کے رسول صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے سمجھایا ہے یہ دو بنیادی اوصاف ہیں جو جس کام میں پائے جائیں وہ کام نیکی ہو گا اللہ فرماتے ہیں کسی کی نیکی کبھی ضائع نہ کی جائے گی اُس پر ضرور اجر مرتب ہو گا، اور یہی سارے سلوک اور تصوف کا ماحاصل بھی ہے اِس آیت کریمہ میں ثبوت بھی اِس کو حاصل کرنے کا کہ اِسے ہر متنفس حاصل کر سکتا ہے کافر بھی مسلمان ہو جائے تو وہ بھی اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کو حاصل کر سکتا ہے لہٰذا اِن کی طلب واجب ہے۔

ہر مرد و زن ہر مسلمان مرد و عورت پر اور ان کے لیئے مجاہدہ شرط ہے فرمایا جو یقین حاصل ہوا ہے اُس کو بنیاد بنا کر مجاہدہ کریں تب اُس پر ایمان کامل مرتب ہوگا اور وہ ایمان مرتب ہو جو نہ صرف اُس کے اپنے اعمال کی اصلاح کر دے بلکہ اُس کو دوسروں کی اصلاح کرنے والا بنا دے۔ اور یہ اِس یقین و اعتماد کے ساتھ حاصل ہو کہ اُسے نیکی اور بھلائی کی بھوک لگے جس طرح غذا کی طرف لپکتا ہے اُس سے زیادہ ضرورت سمجھے اپنی اتباع رسالت کو اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کو۔

و آخر دعوٰنا اَنِ الحمد للہ رب العالمین

طبائع چار قسم کی ہیں :-

۱۔ جنہیں اللہ تعالٰی کے ساتھ محبّت اور اس کے غیر و خلاف کے ساتھ بُعد دائم رہتا ہے۔

۲۔ جن میں یہ جذبات تب نمایاں معلوم ہوتے ہیں جب کوئی ایسا موقع آئے جو جذبات کو اُبھارنے والا ہو۔

۳۔ جنہیں خواب میں اکثر حالات دکھائی دیتے ہیں۔

۴۔ جنہیں بیداری میں کشف ہونے لگتا ہے۔

اِن کا مرتبہ بھی اِسی ترتیب سے ہے۔ آخری قسم ناقص شمار ہوتی، ایسا آدمی زیادہ ترقی نہیں کر سکتا۔

نماز دین کا ستون ہے

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص میرے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کے خلاف تلقین کرے تو اُس سے انکار کر دیں۔ کیونکہ اس سلسلہ کے معمولات پر عمل ضروری ہے۔

لطائف پر ذکر کرنا عبادت میں داخل ہے۔ مراقبات عبادت کا حصہ ہیں۔ سالک المجذوبی ساری کی ساری عبادت ہے اور اُس سے اوپر چلنا بہترین عبادت ہے جس کا پتہ بعد موت چلے گا اُس کے علاوہ تلاوت قرآنِ کریم ضروری ہے۔ نفی اثبات اور درود شریف کی کثرت کرو۔ کم از کم ایک تسبیح استغفار اور سورہ اخلاص کی پڑھو۔ ہاں اگر کسی شخص کو تنگ دستی کی صورت درپیش ہو تو اوّل آخر درود شریف جتنا پڑھ سکو پڑھو اور بیچ میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ جتنا ہو سکے پڑھے۔ کچھ مدت کے بعد انشاءاللہ تکلیف ساری کی ساری رفع ہو جائے گی اِس کی میں تمام جماعت کو اجازت دیتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ روح زندہ اور جاوید ہے اُس کو موت نہیں۔ اس جہان میں مکلف بالذات بدن ہے اِس لیئے روح چھپا ہوا ہے اور بدن کے تابع ہے بدن ہی سنتا دیکھتا اور بولتا ہے۔ علم، حیات، کلام، سماع، نبوت، ولایت، ایمان سب صفات روح کی ہیں بدن کو بالتبع ملی ہیں۔ موت کے بعد روح آزاد اور مکلف بالذات ہو جاتا ہے اور اُس کے کمالات اور ادراکات وسیع تر ہو جاتے ہیں اور جہان دنیا میں کیئے گئے اعمال اور افعال اور الفاظ اُس کو سب یاد رہتے ہیں۔ چنانچہ برزخ اور میدانِ حشر میں اُس کو کوئی بات بھولی ہوئی نہ ہو گی۔ برزخ میں روح سے کلام کی جا سکتی ہے اور اُس سے متعلقہ حالات معلوم کیئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ اُس کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے۔ روح کے ساتھ تعلق پیدا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہمارے گناہوں کی نحوست اور ہمارے قلوب کا مکدر ہونا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نور بصیرت سے نوازتا ہے اُن کا تعلق اور رابطہ عالم برزخ میں رہنے والی ارواح سے خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ جس سے اُن کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کونسا مذہب اور عقیدہ باطل ہے اور کونسا صحیح اور اہل اللہ کے لیئے پہچان حق کے لیئے یہ سب سے بڑی کسوٹی ہے جس سے حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے علاقہ دھنی میں رافضیوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا۔ میرے ساتھ مناظرہ کرو تو میدان میں جم کر کرو شرائط مناظرہ پر دستخط کرو، میرے ساتھ مباہلہ کر لو۔ اگر تم کو اپنے مذہب کی صداقت پر یقین ہے اور یہ معاملات میرے ساتھ کرنے سے عاجز ہو تو پھر میں تم کو بھرے میدان میں تمام مخلوق کے سامنے دعوت دیتا ہوں کہ مجھے چار آدمی ایسے

(باقی صفحہ نمبر ۱۹ پر)

چراغ مصطفوی

حافظ عبدالرزاق

من عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر

انسان کا وجود اس کی ذہنی اور جسمانی قوتیں اس کی صلاحیتیں، اس کا جسم اور جسم کے تمام اعضاء ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو انسان کی اپنی ہو، بلکہ یہ سب چیزیں سرکاری مال (گورنمنٹ پراپرٹی) ہے۔ انسان کو استعمال کے لئے امانت کے طور پر عطا کی گئی ہیں، لہٰذا ان چیزوں پر انسان کا قبضہ مالکانہ نہیں بلکہ متصرفانہ ہے۔ خالق انسان نے انسان کو یہ قیمتی سرمایہ امانت کے طور پر عطا کر کے یہ ذمہ داری اسے سونپی ہے کہ ان چیزوں کا استعمال مالک کی مرضی اور اس کی ہدایات کے مطابق کرنا ہوگا، اور اس حقیقت سے کون نے واقف نہیں کہ سرکاری مال کا ناجائز استعمال قانونی جرم ہے۔ اور جرم بھی قابلِ دست اندازئ پولیس ہے اور جرم وسزا کا جو باہمی تعلق ہے وہ بھی ایک جانی پہچانی حقیقت ہے۔

اس حقیقت کی روشنی میں حدیث مذکورہ بالا کا مفہوم پر غور کیا جائے تو یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین کا ایک مظہر ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زبان جسم انسانی کا ایک اہم حصہ ہے اتنا اہم کہ اس کا دائرہ عمل چند انچ کی وسعت سے زیادہ نہیں مگر یہ بگڑے تو اس کی تباہ کاریوں کا سلسلہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ افراد کا تو ذکر ہی نہیں اقوام عالم اس کی زد میں آجاتی ہیں۔ ایک انچ اوپر نیچے حرکت کر کے یہ بے پناہ فتنے پیدا کر سکتی ہے، جبھی تو اس کے استعمال کے سلسلے میں خالقِ کائنات نے ایک اصولی تعلیم دی کہ وقل لعبادی یقول التی ھی احسن یعنی اے میرے حبیب میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ جب بھی بات کریں بات عمدہ اور اعلیٰ ہو۔ یہ زبان کے استعمال کے سلسلے میں تعلیم کا مثبت پہلو ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا منفی پہلو واضح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسوق ہے۔ فسوق کہتے ہیں دائرہ اطاعت سے باہر نکل جانے کو۔ یعنی گالی دینا اس بات کی علامت ہے کہ گالی دینے والا اللہ کی اطاعت کے دائرے سے خارج ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اطاعت کے دائرے سے باہر نکلنے والا پہلا قدم جس دائرے میں رکھتا ہے وہ بغاوت کا دائرہ ہے وہ نافرمانی کا دائرہ ہے۔ اس دائرے میں شوق سے جانے والا بڑا ہی دلیر ہوتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ نافرمانی کی سزا جہنم کی آگ ہے مگر انسان کا ازلی دشمن بھی بڑا کائیاں ہے۔ اکبر نے ایک طریقۂ واردات کا ذکر کیا ہے۔ ؎

دلیری سکھاتے ہیں مجھ کو یہ کہہ کر
جہنم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے

اس چھوٹے سے جملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو انتباہ فرما دیا کہ گالی دینا اپنے آپ کو جہنم کیلئے تیار کرنا ہے

گالی کسے کہتے ہیں؟ گالی کا چلتا ہوا مفہوم تو ہر عالم اور عامی کے ذہن میں موجود ہوتا ہے کہ ماں بہن وغیرہ کی نسبت سے جو

کسی کی عزت نفس پر حملہ کیا جائے اسے گالی کہتے ہیں، مگر یہ گالی کا عامیانہ اور جزوی مفہوم ہے، بعض ایسے الفاظ ہیں جو بظاہر معمولی بلکہ بالکل معصوم محسوس ہوتے ہیں، مگر درحقیقت وہ بہت بڑی گالی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شلاً کسی شریف آدمی کو ظالم، کذاب، مرتد، کافر، غاصب وغیرہ کہہ دینا بالکل معمولی بات تصور ہوتی ہے مگر درحقیقت یہ اتنی بڑی گالی ہے جس کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جو دنیائے معنی کی وسعت سے آشنا ہو۔ معلوم ہوا کہ گالی دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اتنا بڑا گناہ ہے کہ آدمی دائرہ اطاعت سے خارج ہوجاتا ہے، ان کی جرأت کا کیا کہنا جو گالی دینے کے عمل کو عبادت کا درجہ دیتے ہوں۔ ع

یہ کام ان کا ہے جن کے حوصلے ہیں زیادہ

ورنہ ایک مسلمان کے لئے خواہ وہ نام کا مسلمان ہی ہو رحمۃ للعالمین کا یہ انتباہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

حدیث کا دوسرا جملہ وقتالہ کفر ہے، یعنی مسلمان کو قتل کرنا یا اس کے خلاف جنگ کرنا کفر ہے۔ کفر کہتے ہیں۔ دائرہ ایمان سے خارج ہونے کو اور ظاہر ہے کہ دائرہ ایمان سے خارج ہونے کے بعد کفر کی آغوش کے بغیر انسان کے لئے اور کوئی ٹھکانہ نہیں۔ مومن کو قتل کرنے کی سزا سناتے ہوئے خالق کائنات نے ارشاد فرمایا۔ ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزاءہ جہنم خالداً فیہا غضب اللہ علیہ واخلہ واعدلہ عذاباً الیما

یعنی جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت برستی ہے اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم صرف اور صرف کافر کی سزا ہے۔ یہ جو روزانہ مسلمانوں کی کارستانیوں کے اظہار میں ڈکیتی اور قتل وغارت کے واقعات سے اخبارات کے صفحے بھرے ہوتے ہیں اور یہ جو ۳۰۲ کے مقدمات سے عدالتیں بھری پڑی ہیں اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں نے جہنم کو کوئی ایئرکنڈیشنڈ بنگلہ سمجھ رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مسلمانوں کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　اور
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

۲۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی

ترجمہ:۔ مومن کبھی طعن کرنے۔ لعنت کرنے والا۔ فحش بکنے والا اور بدکلامی کرنے والا نہیں ہوتا۔

قدرت کے عطیہ — قوت گویائی — اور اس کے آلہ زبان کے ناجائز، ناروا اور غیر شریفانہ استعمال کی مختلف صورتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں ان میں پہلی صورت یہ ہے کہ مومن طعان نہیں ہوتا۔

طعن کے دو مفہوم ہیں ایک مادی یعنی تیر سے کسی کے جسم کو زخمی کرنا۔ دوسرا معنوی روحانی یا اخلاقی یعنی کسی کی ذات کے ساتھ عیب منسوب کرکے اس کی سیرت کو داغدار کرنا۔ حدیث میں یہ لفظ دوسرے مفہوم میں استعمال ہوا ہے، کیونکہ زبان کا گھاؤ ذہن، جذبات اور قلب پر ہوتا ہے اور یہ زخم ایسا گہرا ہوتا ہے کہ اہل دل کہتے ہیں۔

جراحات السنان لھا التیام
ولا یلتام ما جرح اللسان

یعنی تیر کا زخم تو مندمل ہو سکتا ہے مگر زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سے دل جب زخمی ہوتا ہے تو اس زخم کے اندمال کی کوئی صورت نہیں اور نہ اس کا کوئی امکان ہے، چنانچہ اس کے اندمال کی کوشش بھی کی جائے تو وہ کامیاب ثابت نہیں ہوتی۔ کسی عارف نے کہا ہے ؎

گر صد ہزار لعل و گہر دہی چہ سود
دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن، طعنہ زنی کی غیر شریفانہ حرکت نہیں کر سکتا۔

دوسری صورت ہے لعّان۔ یہ دوسری گالی ہے۔ جس کا مادہ لعنت ہے اور لعنت سے مراد اللہ کی رحمت سے دوری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی رحمت سے دور ہے اور کون قریب ہے۔ انسان کو جب اس کا علم نہیں اور اس کے پاس اس کے علم کا کوئی ذریعہ بھی نہیں تو وہ کیونکر کسی پر لعنت کر سکتا ہے اور طعان اور لعّان دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صیغے استعمال کرنا ایک فطری عمل کا اظہار ہے کہ جو شخص کسی مسلمان پر لعن طعن کرنے کے مرض میں مبتلا ہو اس کی یہ مجبوری ہے کہ کم مقدار پر وہ اکتفا نہیں کر سکتا بلکہ وہ تھوک پیمانے پر یہ کاروبار کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ اسلوب کا ثبوت ہمارے گرد و پیش ہر وقت مل سکتا ہے جو لوگ اہل حق کو لعن طعن کا نشانہ بناتے ہیں ان کے لئے یہ وظیفہ بلکہ عبادت کی حیثیت رکھتا ہے حتیٰ کہ ان کی عبادت کے صیغوں میں لعن طعن کے الفاظ شامل کر لئے گئے ہیں۔ واقعی حضور اکرم کے کلام کے ہر لفظ میں حقائق کی دنیا سموئی ہوئی ہوتی ہے۔

غالب نے اپنے متعلق جو بات کہی تھی وہ ایک شاعرانہ شمار ہوتی تھی مگر حضور اکرم کے متعلق وہ بات ایک ناقابل انکار حقیقت بن چکی ہے۔ غالب کہتا ہے۔

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب میرے اشعار میں آئے

یہ وصف اس کے کلام کا ہے۔ جوامی ہو کر "سبق آموز صد مدرس شد"

تیسری اور چوتھی صورت فاحش اور بذئ کی دو گالیاں ہیں۔ فحش اور بذئ ہر بے ہودہ اور اخلاق سے گری ہوئی بات اور ہر گالی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس "قول احسن" کی تلقین فرمائی ہے یہ اس کے ٹھیک برعکس "قول اقبح" ہوتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ جو شخص فحش اور بدکلامی کا عادی ہو جائے اس کے لئے کسی مقام پر جا کر رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اکبر نے خوب کہا ہے ؎

حضرت کی یاوہ گوئی کچھ مستند نہیں ہے
کہنے کی ایک حد ہے، بکنے کی حد نہیں ہے

زبان کے غلط استعمال کی یہ چار صورتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں اور اسلوب بیان یہ ہے کہ یہ جملہ بظاہر خبریہ نظر آتا ہے۔ حقیقتاً انشائیہ ہے یعنی بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم خبر دے رہے ہیں اگر تم ایمان کے مدعی ہو تو ایسا کام مت کرو، مگر لطف یہ ہے کہ اس عجائبات کی دنیا میں یہ کام ہوتا ہے، علی الاعلان ہوتا ہے، تھوک پیمانے پر ہوتا ہے، منظم طور پر ہوتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ کاروبار کرنے والے مسلمان بھی کہلاتے ہیں۔ ع

اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں

اشاعتِ دین اور صوفیائے کرام

ذیل میں مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے ایک مضمون "پندرھویں صدی ہجری" جو کہ نقوش کے رسول نمبر میں چھپا تھا۔ سے ترتیب دی ہوئی تلخیص قارئین "المرشد" کے استفادہ کے لیئے پیشِ خدمت ہے۔

(سید علی شاہ ، مدینہ گجرات)

؎ ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ساتویں صدی ہجری کا آغاز مسلمانوں کے لیئے اُن ہولناک مایوس کُن۔ ہمت شکن اور حوصلہ فرسا حالات و واقعات سے ہُوا۔ جو تاریخ میں ۶۱۶ھ میں تاتاریوں کا عالم اسلام پر حملہ کے واقعہ سے متعلق ہے جس نے اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی سلطنت اور شہنشاہی (EMPIRE) کو زیر و زبر کر دیا۔ گو تاتاریوں کے سیلابِ بلا سے براہِ راست سب سے پہلے متاثر ہونے والے ممالک اور شہر سب عالمِ اسلام سے متعلق ہیں۔ لیکن مؤرخ ابن کثیر کے الفاظ ہیں "اگر کوئی شخص دعوٰے کرے کہ از آدم تا ایں دم ایسا واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا تو وہ کچھ غلط نہیں ہوگا اس لیئے کہ تاریخوں میں اس واقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا"۔ اور ایک یورپین مؤرخ نے لکھا ہے کہ "آسمان نے زمین پر گر کر سب چیزوں کو ملیا میٹ کر دیا"۔ دنیا والے سمجھ رہے تھے کہ اسلام کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اور مسلمانوں کا ستارۂ اقبال اب ہمیشہ کے لیئے غروب ہو رہا ہے۔ لیکن دنیا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں بلکہ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں کہ وہ تاتاری جن کی تلواروں سے ابھی مسلمانوں کے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ وہ اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے اور دنیا نے یہ دیکھا کہ اسلام نے فاتح تاتاریوں کو فتح کر لیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ معجزہ رونما ہُوا کس طرح ؟

بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے سب کچھ کھو دیا تھا۔ خدا پر اعتماد نہیں کھویا تھا۔ روحانی طاقت نہیں کھوئی تھی۔ شکست کس نے کھائی تھی ؟ شکست کھائی تھی (مجھے بہت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے) نالائق مسلمان بادشاہوں نے ایک کمزور و مریض معاشرہ نے۔ اسلام اپنی جگہ پر تھا اسلام کے شیشہ پر کوئی بال بھی نہیں پڑا تھا۔ مسلمانوں نے اس وقت سمجھ لیا تھا کہ تاتاریوں کو تلوار سے زیر کرنا ممکن نہیں۔ اسلام کی تلوار کند ہو چکی۔ تقریباً ٹوٹ چکی ہے۔ لہٰذا تلوار سے ان کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ پھر کس نے تاتاریوں کو فتح کیا؟ کس نے تاتاریوں کو اسلام کا کلمہ پڑھایا؟ اس نازک

کھڑی اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اہلِ دل سامنے آئے جن کے اندر روحانی طاقت تھی۔ اور نصف صدی کے اندر اندر انہوں نے تاتاریوں کو من حیث القوم مسلمان بنا لیا۔ قبولِ اسلام کے واقعات پوری تاریخ میں چھپے ہوئے ہیں۔ افراد کے قبولِ اسلام کے، خاندانوں کے قبولِ اسلام کے، شہروں کے قبولِ اسلام کے۔ لیکن قوموں کے من حیث القوم قبولِ اسلام کی مثالیں ہمارے علم میں تین یا چار سے زیادہ نہیں۔ عربوں نے من حیث القوم اسلام قبول کیا۔ افغانوں نے من حیث القوم اسلام قبول کیا۔ تاتاریوں اور ترکوں نے انفرادی طور پر نہیں بلکہ من حیث القوم سو فیصدی اسلام قبول کیا تاریخ کا یہ معمہ ہے۔ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ یہ تاریخ ساز اور ساری دنیا کے مستقبل پر اثر ڈالنے والا واقعہ (تاتاریوں کے قبولِ اسلام کا واقعہ) پیش آئے اور ہمیں ان لوگوں کے نام بھی نہ ملیں جن کے سر تاتاریوں کے قبولِ اسلام کا سہرا ہے۔ یہ کیا بات ہے؟

اخلاص فی العمل کی مثال

اس موقع پر مجھے بے اختیار وہ واقعہ یاد آیا کہ جب مدائن کی فتح میں ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھ کسریٰ کا تاج لگا، اور وہ اس کو اپنے دامن میں چھپا کر امیر افواج اسلامی حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے پاس لایا، جیسے کوئی چوری کا مال چھپا کر لاتا ہے۔" ایہا الامیر! یہ کوئی بہت قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے۔ یہ میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تاکہ بیت المال میں داخل ہو جائے۔" پہلے تو مسلمان امیر نے جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، سپاہی کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور حیرت کے دریا میں ڈوب گئے۔ کہ اللہ اکبر! اتنا قیمتی جواہرات سے مرصع تاجِ زریں اور اس غریب سپاہی اور عرب کے بدو کی نیت خراب نہیں ہوئی۔ اس کو کسی وقت یہ خیال نہیں آیا کہ بجائے یہاں لانے کے اس کو اپنے خیمہ میں لے جا کر رکھ دے۔ کہا کہ آپ کا نام؟ اس نے دروازہ کی طرف منہ کر کے اور پیٹھ پھیر کر کہا کہ "جن کے لئے میں نے یہ کام کیا ہے۔ وہ میرا نام خوب جانتا ہے"۔ اور یہ کہہ کر روانہ ہو گیا۔

یہ ایک فرد کا واقعہ ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تاتاریوں کو کلمہ پڑھانے والوں کا یہی طرزِ عمل تھا۔ انہوں نے اپنے نام کو چھپایا۔ مجھے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد دو آدمیوں کے نام ملے ہیں۔ ایک درویش صفت وزیر امیر توزون کا نام، جو عراق پر حکومت کرنے والی تاتاری نسل کے بادشاہ کے وزیرِ اعظم تھے۔ وہ صوفی منش اور عابد و زاہد وزیر تھے۔ تاتاری بادشاہ کے کان میں وہ اچھی بات ڈالتے رہے، حتیٰ کہ بغداد والوں نے اچانک ایک دن یہ دیکھا کہ جمعہ کا مبارک دن ہے اور تاتاری حکمران سلطان غازان اور اس کے وزراء ہاتھ میں تسبیحیں لئے ہوئے مسجد کو جا رہے ہیں۔

دوسرا کارنامہ شیخ جمال الدین کا ہے۔ جن کے خلوص بے پایاں، سچی روحانیت اور دلی دردمندی کی برکت سے

تاتاریوں کی چغتائی شاخ میں جو بلاد متوسطہ میں (جس کا مرکز کاشغر تھا) اسلام پھیلا اور پوری شاخ مسلمان ہو گئی ۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ جمال الدین کہیں جا رہے تھے ۔ یہ تغلق تیمور شہزادہ کے شکار کا دن تھا ۔ جو چغتائی شاخ کا ولی عہد تھا ۔ اس کی تاج پوشی میں کچھ مہینے یا کچھ سال باقی تھے شکار کے بہت سے توہمات ہوتے ہیں اور یہ لوگ تو سخت وہم پرست تھے ۔ شیخ جمال الدین کو دیکھا کہ وہ شکارگاہ میں داخل ہو گئے ۔ فوراً سپاہی نے پکڑا اور مشکیں باندھ کر شہزادہ کے سامنے لایا ۔ شہزادہ بڑا ہی مکدر ہوا ۔ اس نے کہا آج تو میرا سارا شکار غارت گیا ۔ کس نحوس کی صورت میں نے دیکھ لی ۔ یہ ایرانی کمبخت یہاں آ گیا ، اس کا کتا پاس تھا ۔ غصہ میں کہا کہ تم اچھے ہو کہ میرا یہ کتا اچھا ہے ؟ خیال کیجئے اور اس منظر کو سامنے لائیے اور دیکھئے کہ خدا کے بندوں نے کس طرح کام کیا ہے ان کے چہرہ پر کوئی رنگ نہیں آیا ، کوئی شکن پیشانی پر نمودار نہیں ہوئی ۔ نہایت اطمینان سے کہا کہ اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکتا ۔ شہزادہ نے کہا کیا مطلب ؟ یہ کون سی مشکل بات ہے ؟ انہوں نے کہا کہ اس کا انحصار کسی اور چیز پر ہے ۔ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے تو میں اچھا ہوں ۔ ورنہ یہ کتا اچھا ہے ۔

تغلق تیمور کے پتھر دل پر ضرب لگی ۔ محض کچھ کہہ دینے سے ایسی ضرب نہیں لگتی لیکن بقول

ہر چہ از دل می خیزد ، بر دل می ریزد

جو چیز دل سے اٹھتی ہے ، دل پر گرتی ہے ۔ انہوں نے جس وقت یہ جملہ کہا ہوگا ۔ اس کے ساتھ کتنی دعائیں ، کتنے آنسو ، کتنی آہیں رہی ہوں گی ۔ خدایا ! کہنے کو تو میں یہ جملہ کہتا ہوں ۔ اثر تو پیدا کر ۔ یہ وقت ہے اسلام کی قسمت کے فیصلہ کا ۔ اگر اس شخص کے دل پر چوٹ لگتی ہے تو مسلمانوں کی قسمت بدل جاتی ہے ، انہوں نے کہا کہ اس کا فیصلہ تو ابھی نہیں ہو سکتا ۔ اس کا فیصلہ اس وقت ہوگا جب میں کلمہ پڑھتا ہوا ، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا ۔ اس وقت یقیناً میں اشرف المخلوقات ہوں ، میں افضل ہوں ، ورنہ یہ کتا ہزار درجے مجھ سے بہتر رہے گا ۔

تغلق تیمور نے کہا کہ اچھا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا ولی عہد سلطنت ہوں ۔ جب یہ سنیں کہ میری تاج پوشی ہو گئی تو مجھ سے ملئے گا ۔ اب وہ اللہ کے بندے دن گننے لگے کہ وہ ساعت سعید کب آتی ہے کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہو اور میں خدا کا پیغام اس تک پہنچاؤں ۔ ان کی قسمت میں نہیں تھا ۔ وقت اخیر آ گیا ۔ مرض موت میں انہوں نے اپنے بیٹے شیخ رشید الدین کو بلایا اور کہا کہ بیٹا ایک بہت بڑی سعادت تھی جو میری قسمت میں معلوم ہوتا ہے نہیں ہے ۔ شاید تمہاری قسمت میں ہو ۔ جس وقت تم سنو کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہو گئی ۔ اس تک میرا سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ آپ نے میرے والد سے کچھ کہا تھا ؟ چنانچہ وہ گئے ۔ کون ان بے چاروں کو محل میں گھسنے دیتا تھا ۔ وہ تاتاری شہنشاہ کا محل تھا ۔ درباریوں نے ان کو روک دیا ۔ اس وقت تو انہوں نے انتظار کیا کہ کوئی موقع ملے ۔ نہیں موقع ملا ۔ ایک درخت کے نیچے مصلےٰ ڈال کر وہاں بیٹھ گئے ۔ جب نماز کا وقت ہوتا اذان دیتے اور نماز پڑھ لیتے ، خدا کو منظور تھا

ایک دن صبح کے وقت جو میٹھی نیند کا وقت ہوتا ہے ۔ انہوں نے اذان دی ۔ وہ آواز محل اور خواب گاہ سلطانی میں پہنچی یا پہنچائی گئی ۔ بادشاہ نے کہا یہ کون باؤلا شخص ہے ؟ کیا صدائے بے ہنگام لگاتا ہے یہ ؟ میں نے تو آج تک یہ آواز نہیں سنی ۔ محل کے قریب حفاظتی اقدامات کے بڑے انتظامات ہوتے ہیں ۔ دار وغہ نے کہا حضور! ایک دیوانہ سا آدمی آیا ہوا ہے ۔ ہم نے بھی کوئی زیادہ تعرض نہیں کیا کہ کوئی مسکین آدمی ہوگا ۔ صدا لگاتا ہے ۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے پکڑ کر لاؤ ۔ بلایا گیا ۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو؟ یہ کیا صدا لگاتے ہو اور اس کا مطلب کیا ہے ؟

شیخ رشید الدین نے کہا سرکار! آپ کو کچھ یاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ شکار کے لیے نکلے تھے تو ایک مسلمان فقیر آپ کے سامنے پیش کیا گیا تھا ۔ آپ نے ان سے پوچھا تھا کہ تم اچھے ہو یا میرا کتا اچھا ؟ انہوں نے جواب دیا تھا کہ اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکتا ۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ اس کا فیصلہ ہو گیا ۔ الحمد للہ وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے ۔ بادشاہ نے سنا اور وزیر کو بلایا ۔ کہا کہ ایک راز ہے جو میرے سینے میں تھا یہ واقعہ میرے ساتھ گذرا ۔ اس کا اثر آج تک میرے دل پر باقی ہے ۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا ۔ تمہاری کیا رائے ہے ۔ وزیر نے کہا ۔ حضور والا! میں تو بہت دنوں سے مسلمان ہوں ۔ میں تو اپنے اسلام کو چھپا رہا تھا ، میں ایک مرتبہ ایران گیا تھا ۔ وہاں میں نے اسلام قبول کیا تھا ۔ اور وزراء بلائے گئے ۔ اور جب بادشاہ کا منشاء معلوم ہوا تو سب مسلمان ہو گئے ۔

اسی وقت تغلق تیمور مسلمان ہوا اور پورے ایران کے تاتاری چند دن میں مسلمان ہو گئے ادھر امیر توزون کی کوشش سے عراق میں جو خاندان حکومت کر رہا تھا ۔ اسلام قبول کر چکا تھا ۔ جس طرح تسبیح کے دانے گرتے ہیں تاتاری لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کر رہے تھے ۔ اور یہ تھا اہلِ دل کا کارنامہ ۔ اس حقیقت میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں ۔ پوری تاریخ شہادت دیتی ہے کہ ان اہلِ دل نے اندر اندر کام کیا ۔ اور تاتاری ان کے نامۂ اعمال میں ہیں یہ لاکھوں انسان (جنہوں نے تاریخ پر اثر ڈالا ہے) قیامت کے دن جب اٹھیں گے تو انہیں کے حساب میں شمار ہوں گے ان اہلِ دل کا ذکر کرتے ہوئے اکبر الٰہ آبادی مرحوم کا ایک شعر بے اختیار زبان پر آ گیا ہے ؎

اچھے وہی ہیں آج جو سوتے ہیں زیرِ گِل
افسوس ہے، انہیں کے ہزاروں بگلے ہوئے

اسی طرح باقی قومیں بھی جو من حیث القوم مسلمان ہوئیں ان ہی اللہ والوں کی مرہونِ منت ہیں ۔ انہوں نے نہ کوئی پروپیگنڈا کیا ۔ نہ کوئی انجمن بنائی ۔ نہ کوئی اشتہار دیا (کہ تاتاریوں کو مسلمان کرنا ہے اور اگر وہ مسلمان ہو گئے تو یہ فائدہ ہوگا ۔ اس سے کھوئی ہوئی سلطنت واپس مل جائے گی اقتدار قائم ہوگا) کچھ نہیں ۔ خود مسلمانوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے ۔ وہ خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہے ۔ حتیٰ کہ ان کے نام تک کوئی نہیں جانتا ، اور اچانک یہ معلوم ہوا کہ پوری کی پوری قوم اسلام کی جھولی میں ڈال دی گئی ۔

برادرانِ عزیز، میرے گرامی القدر ساتھیو! یہ کام کسی فوج نے نہیں کیا (لوگ کہتے ہیں کہ "اسلام تلوار سے پھیلا ہے") کسی جماعت اسلامی نے نہیں کیا، کسی تبلیغی جماعت نے نہیں کیا، کسی ضابطے کی کارروائی والی تنظیم نے نہیں کیا۔ نہیں بالکل نہیں۔ اگر کیا ہے تو ان گمنام بے سروسامان فقیروں اور اہلِ دل درویشوں نے کیا ہے۔ جن کے دل انوارِ الٰہی سے منور تھے اور جن کے سینے امین تھے اس دولت کے جو آقائے نامدار حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم فرمائی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جتنی خدمت دین کی صوفیاء اور اولیاء کرام نے انفرادی طور پر کی ہے۔ اتنی تمام ملتِ اسلامیہ نے مل کر اجتماعی طور پر نہیں کی۔

باتیں اُن کی

باقی ہے

۔ دو جن کی عمر تیس سال سے کم ہو اور جن پر تم کو مکمل اعتماد ہو تاکہ کل تم حجت نہ کر سکو۔ مجھے اُس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں زمین و آسمان ہیں میں اُن لوگوں کے سامنے سلامتی ہوش و حواس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، حضرت علی المرتضیٰ۔ امام حسن۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام جعفر اور امام باقر علیہ الرحمۃ سے پوچھ دونگا کہ تمہارے مذہب کی حقیقت کیا ہے یا در ہے حضرت کا یہ چیلنج آج بھی اُسی طرح موجود ہے اور شیعوں نے کبھی اس کو قبول کرنے کی جرأت نہیں کی۔

بدگمانی

آجکل بدگمانی کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، پھر بدگمانی بھی کسی بڑی وجہ سے نہیں کی جاتی۔ ذرا سا اشارہ سُن لیا اور طومار باندھ دیا۔ یاد رکھو کہ یہ بہت سخت گناہ ہے۔ ان باتوں سے پرہیز کرو۔ ورنہ سارا تقویٰ، طہارت دھرا رہ جائے گا۔

(رجاء اللقاء)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

(از ابو سعید)

ہر کمال کا فطری تقاضا یہ ہے کہ اس کا اعتراف کیا جائے۔ ہر خوبی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔ منتہائے کمال اور مصدرِ کمال خود خالق کائنات کی ذات ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ کمال کا لفظ صحیح معنوں میں صرف اسی کیلئے سزاوار ہے جبھی تو اس نے اپنے کمال کا اعتراف کرنے کیلئے اشرف المخلوق کا انتخاب کیا پھر بھی اسکی نارسائی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا "قل لوکان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولوجئنا بمثلہ مددا" یعنی اے میری مخلوق میں کمال کے مظہر میرے محبوب! اس اشرف المخلوق کو کہہ دیجئے کہ اگر دنیا کے سمندر میرے پروردگار کی صفات کو لکھنے کیلئے سیاہی بن جائیں تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں ختم ہوں سمندر ہی ختم ہو جائیں اگرچہ ہم ویسے ہی اور سمندر وجود میں لے آئیں۔

لہٰذا خالق کے کمال کا اندازہ مخلوق کے بس کی بات ہی نہیں وہ قدیم، مخلوق حادث، وہ لازوال، مخلوق فانی، وہ واجب، مخلوق ممکن، اس کے کمال کا اندازہ ہو تو کیونکر۔ اشرف المخلوق کا شرف یہی ہے کہ اپنی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے کہہ دے:-

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست
انت کما انت ۔ لیس کمثلہ شیئ

مخلوق میں جو کمال پایا جاتا ہے اسی کا عطا کردہ ہے اور اسی کے کمال کا پرتو ہے مگر اس کمال کے بھی مختلف مدارج ہیں اور مخلوق میں منتہائے کمال رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور یہی ذات مخزنِ کمال بھی ہے اور مصدر کمال بھی۔ باقی مخلوق میں جہاں کوئی کمال نظر آتا ہے وہ اسی منتہائے کمال کا پرتو ہے۔ گویا مخلوق کے کمالات کیا ہیں؟ یا تعلیٔ یا خوئے تو یا بوئے تو۔

اس کمال کے اعتراف اور اس مجموعۂ خوبی کے بیان کیلئے انسان اپنی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے آخر یہی کہہ سکتا ہے:-

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس اعترافِ عجز کے باوجود اس مصدر کمال کی تعریف کئے بغیر دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ بات انسان کی فطرت میں داخل ہے اور خالق فطرت نے خود اس کی تعریف کی ہے اور تعریف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل ہی کا نام عبادت ہے۔ لہٰذا اس مجموعۂ خوبی کی تعریف کرنا عبادت نہ ہو تو کیا ہو۔

خالق نے اس مصدرِ کمال کی تعریف کرتے ہوئے دو لفظ ارشاد فرمائے۔ رسول اللہ و خاتم النبیین۔ مخلوق میں اشرف المخلوق انسان ہے اور انسانوں میں افضل البشر رسول ہوتے ہیں اور رسول میں افضل الرسل اور خاتم الرسل وہی ہے جس کی ذات پر رسالت کا سلسلہ ہی

ختم ہوگیا۔ گویا مخلوق میں کمال کی انتہا ختم نبوت کا منصب ہے اللہ کا رسول ہونا وہ کمال ہے کہ اس وصف کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی اور وصف کے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی ارشاد ہوا۔ محمد رسول اللہ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ خالق کے فرستادہ ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس محبوب کے شیدائیوں کے اوصاف کی تفصیل بیان فرما دی کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اور تراھم رکعاً سجدا اور یبتغون فضلا من اللہ رضوانا اور سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود اور ذلک مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل۔

یہ تمام صفات ان لوگوں کی بیان ہو رہی ہیں جو چند برس پہلے ساری دنیا کی نگاہ میں غیر مہذب، اجڈ، غیر شائستہ بلکہ ننگِ انسانیت شمار ہوتے تھے۔ آج اتنا عظیم انقلاب کیونکر پیدا ہوگیا۔ یہ سب رسالت کا فیضان ہے کہ سب اس عظیم انسان ساز مربی کی تربیت کا نتیجہ ہے جو کمال کے اس اوج پر فائز ہے کہ خود خالق نے اس اوج کا بیان کرتے ہوئے محمد رسول اللہ فرمایا ہے۔ یہ سب پرتو ہے رسالت کے فیضان کا۔ سچ کہا کہنے والے نے ؎

دُر فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر۔ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

خالقِ کائنات نے محسنِ کائنات کی ذات کی یہ تعریف بیان فرما کر اس کی صفات کی بھی ایک جھلک دکھا دی۔ انک لعلی خلق عظیم۔ گویا اس کی صفات کی عظمت میں شک کرنا خود خالق کے بیان میں شک کرنے کے مترادف ہے۔

یہ مقصودِ کائنات کی تعریف کا ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ خالق نے ان لوگوں کو حکم دیا جو اسے پہچانتے ہیں اور اس کے ساتھ پیمانِ وفا باندھ چکے ہیں کہ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حکم کی تعمیل کا جذبہ یا انسان کے فطری داعیہ کی تسکین کہئے کہ جب ہم نعت گوئی کی تاریخ پر سرسری نگاہ ہی دوڑاتے ہیں تو یہ حقیقت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔ کہ خواہ کوئی نام کا شاعر ہے۔ اور خواہ دنیا کی کسی زبان میں شعر کہتا ہے اور خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے اس نے نعت ضرور کہی ہے حتیٰ کہ عرب کے کفار جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تھے انہوں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہی ہے اور برِ عظیم میں بسنے والے وہ ہندو جنہیں لفظ اسلام سے بھی چڑ ہے انکے شعرا نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں نعتیں کہی ہیں۔

عربی شعرا میں ابوعزہ نے اسلام لانے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ شعر کہے:۔

من مبلغ عنی الرسول محمداً ۔ بانک حق و الملیک حمید
وانت امرأ تدعوا الی الحق والھدیٰ علیک من اللہ العظیم شھید
وانت امرأ بوئت فینا مباءۃ۔ لھا درجات سھل وصعود
فانک ما حاربتہ لمحاربٌ۔ شقی و من سالمتہ لسعید

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جو اس دنیا سے ایمان سے محرومی کی حالت میں رخصت ہوگئے۔ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی محرومی
کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

ودعوتنی وزعمت انک ناصحی۔ ولقد صدقت وکنت ثم امینا
(تو نے مجھے دعوت دی اور تیرا خیال ہے کہ تو میرا خیر خواہ ہے
تو نے سچ کہا اور تو ایک امین ہے۔)
لولا الملامۃ او حذار مسبۃ۔ لوجدتنی سمحا بذاک مبینا
(اگر مجھے ملامت کا ڈر اور سبکی کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس
دین کے قبول کرنے میں تو مجھے فراخ دل پاتا)۔

اور برِ عظیم کے ہندو شعرا میں سے :-

۱۔ منشی درگا سہائے سرور جہاں آبادی ۱۹۱۵ء کی ایک نعت کا بند

نہیں خورشید کو ملتا ترے سائے کا پتہ کہ بنا نورِ ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا۔ کون ہے ماہِ عرب کون ہے محبوبِ خدا
اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا

2۔ سر کشن پرشاد شاد ۱۹۴۰ء

تیرا چرچا گھر گھر ہے جلوہ دل کے اندر ہے
ذکر ہے تیرا لب پر جاری دلدار بنا دلداروں کا
روپ ہے تیرا رتی رتی نور ہے تیرا پتی پتی
مہر و ماہ کو تجھ سے رونق نور بنا سیاروں کا
بوبکر و عمر و عثمان و علی تھے چار عناصر ملت کے
کثرت ہو وحدت میں جیسے حال وہ تھا ان چاروں کا
کسب تجلی کرتے تھے چاروں مہر نبوت سے
بخت رسا تھا برج شرف میں تیرے چاروں یاروں کا
بادۂ عرفاں ملتا ہے ساقی کے میخانہ سے
شاد مقدر فضل خدا سے جاگا اب میخواروں کا

3۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی ۱۹۵۵ء کی نعت کا ایک شعر ہے :-

پہنچایا ہے کس اوجِ سعادت پہ جہاں کو
پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غارِ حرا کا

4۔ ہری چند اختر ۱۹۵۸ء کی نعت کا قطعہ ہے :-

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا۔ اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

5۔ تلوک چند محروم ۱۹۶۶ء

مبارک پیشوا جسکی شفقت دوست دشمن پر
مبارک پیشرو جس کا سینہ ہے صاف کینے سے

6۔ فراق گورکھپوری :-

معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام۔ وہ امتِ اسلام میں محدود نہیں

7۔ مہندر سنگھ بیدی :-

انسانیت، محبت باہم، تمیز، عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسول کی

8۔ جگن ناتھ آزاد :-

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جلائی شمعِ عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کیلئے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں

کوئی کہاں تک شمار کرے۔ اس کو کہتے ہیں الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت کہ کوئی شاعر بالخصوص مسلمان شاعر ایسا نہیں ملے گا جس نے محسنِ کائنات کی تعریف میں کوئی شعر، چند اشعار یا مکمل نعت نہ کہی ہو۔ مگر کچھ شعرا ایسے ملتے ہیں جن کا نعت گوئی میں خاص اور امتیازی مقام ہے اور ایسی ہستیاں مختلف ممالک سے تعلق رکھتی ہیں

اور انہوں نے اپنی ملکی یا علاقائی زبان میں نعتیں کہی ہیں۔

صحابہ کرام کی جماعت تو وہ قوم ہے جس کے ہر فرد میں شعر گوئی اور سخن سنجی کا ذوق فطری طور پر ودیعت کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اس میں تعجب کی بات نہیں کہ قریباً ہر صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نظم میں یا نثر میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مقتدر صحابہ کے اشعار عربی ادب کے ذخیرہ میں اور تاریخ کے صفحات میں ملتے ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت حسان بن ثابت سنہ 68ھ کے کلام کا اکثر حصہ نعت پر ہی مشتمل ہے۔ انکی کوئی نظم اٹھا کر دیکھو اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور تذکرہ ضرور پاؤ گے۔ انکی ایک مشہور نعت کے چند اشعار حاضر ہیں:-

نبی اتانا بعد یأس و فترۃ ۔ من الرسل والاوثان فی الارض تعبد

(یہ ایسے نبی ہیں جو ہمارے پاس خوف اور طویل وقفہ کے بعد آئے۔ اور حال یہ تھا کہ زمین پر بت پوجے جا رہے تھے۔)

فامسیٰ سراجاً مستنیراً وھادیاً ۔ یلوح کما لاح الصیقل المہند

(یہ نبی آئے اور روشن چراغ اور رہنما بن کے آئے۔ وہ ایسے چمکے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکے)

وانذرنا ناراً وبشر جنۃ ۔ وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد

(انہوں نے ہمیں آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی۔ اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں)۔

2۔ کعب بن زہیر سنہ 26ھ ۔ یہ زمانہ جاہلیت کے شعرائے عرب میں خاص امتیازی مقام رکھتے تھے اور قریباً سنہ ۸ھ تک برابر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر لکھتے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا اور ایسا کہا کہ اس کا جواب نہیں۔ حضور اکرم ؐ نے جب یہ قصیدہ سنا تو چادر جو آپ اوڑھے ہوئے تھے حضرت کعب کو عطا کر دی۔ یہی چادر امیر معاویہؓ نے حضرت کعب کے بیٹے سے قیمتاً خرید لی تھی جو یکے بعد دیگرے اموی خلفاء کے بعد عباسی خلفا کے پاس پہنچتی رہی۔ کہا جاتا ہے کہ مامون الرشید کے عہد میں کہیں گم ہو گئی۔

حضرت کعب کا قصیدہ "بانت سعاد" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ اسی نام سے یہ مشہور ہو گیا۔ اس کا ایک شعر ہے:-

ان الرسول لسیف یستضاء بہ ۔ مھند من سیوف مسلول

3۔ علامہ بوصیری مصری سنہ 696ھ ۔ نے ایک قصیدہ لکھا جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ علامہ بوصیری پر فالج کا حملہ ہوا۔ اور وہ بالکل معذور ہو گئے۔ آپ نے نہایت بے بسی کی حالت میں یہ قصیدہ لکھا۔ رات خواب دیکھا کہ حضور ؐ آپکو ایک چادر اوڑھا رہے ہیں۔ صبح اٹھے تو چنگے بھلے۔ تندرست و توانا۔ مرض کا نشان تک نہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس قصیدے کے ہر شعر میں انقلابی اثر پایا جاتا ہے اور اہل دل نے اس امر کا تجربہ کر کے ہر شعر کی خصوصیت لکھی ہے۔ تفصیلی تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔ ایک شعر ہے:-

محمد سید الکونین والثقلین ۔ والفریقین من عرب ومن عجم

یہ وہ حضرات ہیں جو عربی زبان میں نعت گوئی میں تخصیص کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے زمانے میں اسلامی سلطنت کا پھیلاؤ ایران کی طرف زیادہ ہوا۔ نعت گوئی کی صنف نے ایرانی شاعری کو لازماً متاثر کیا۔ چنانچہ عربی زبان کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ فارسی گو شعرائے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر کہے ہیں

کمی نہیں کی۔ تقریباً ہر فارسی شاعر کے کلام میں نعتیہ عنصر پایا جاتا ہے مگر نعت گوئی میں خصوصیت پیدا کرنے والے شعرا۔ انوری، نظامی، رومی اور جامی ہیں۔ انکے علاوہ عرفی اور قاآنی نے بھی کثرت سے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی ۶۷۲ھ کی وہ نعت بڑی مشہور ہے جس کا مطلع ہے:-

سید و سرور محمد نور جاں ۔ بہتر و مہتر شفیع مجرماں

مولانا جامی ۸۹۸ھ کی نعت گوئی کی شان ہی جدا ہے۔ جذبات عشق و محبت کی مظہر یہ نعت اہلِ دل کے ہاں حرزِ جاں بن چکی ہے:

یا شفیع المذنبیں بارِ گناہ آوردہ ام
بر درت ایں بار با پشتِ دوتا آوردہ ام
چشمِ رحمت برکشا موئے سفیدِ من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو
ہستم آں گمراہ اکنوں رو براہ آوردہ ام
عجز و بے خویشی، درویشی و دلریشی و درد
ایں ہمہ بر دعوئ عشقت گواہ آوردہ ام
دیو رہ زن در کمیں، نفس و ہوائے اعدائے دیں
زیں ہمہ با سایۂ لطفت پناہ آوردہ ام
دولتم ایں بس کہ بعد از محنت و رنج دراز
بر حریمِ آستانت می نہم روئے نیاز

حکیم قاآنی ۱۲۷۰ھ نے اپنی مشہور فارسی نعت میں عربی کے یہ دو شعر جس انداز سے داخل کئے ہیں ان کا کیا کہنا ؎

الذی ردت الیه الشمس وانشق القمر　کان امیاً ولکن عنده ام الکتاب
والذی فی کفه الکفار لما ابصروا　کلّم الحصباء قالوا انه شیئٌ عجاب

فارسی کے بعد ترکی ادب میں نعتیہ شاعری کا دور دورہ ہوا۔ مگر ترکی زبان سے عدم واقفیت کی بنا پر اس سلسلے میں کوئی مثال پیش کرنا کوئی خاص معنی نہیں رکھتا۔ ترکی ادب کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکی فن شاعری کے ہر صاحب کمال شاعر نے نعتیہ شعر یا قصائد ضرور لکھے ہیں جن سے لطف اندوز ہونا صرف اہلِ زبان کا حصہ ہے۔

ایران کے راستے جب اسلام اس برعظیم میں پھیلا تو جہاں یہاں کی اُردو زبان فارسی سے متاثر ہوئی وہاں فن شاعری کی مختلف اصناف بھی اُردو میں آگئیں اور نعت گوئی میں بھی اُردو شعرا نے کوئی کمی نہیں رہنے دی۔

دیگر زبانوں کی طرح اُردو زبان کے شعرا میں سے بھی شاید ہی کوئی ایسا شاعر ملے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدحیہ اشعار نہ کہے ہوں۔ مگر جن شعرا نے اس صنفِ سخن میں امتیازی حیثیت حاصل کی ہے ان میں امیر مینائی، محسن کاکوروی، مولانا حالی، علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، ماہر القادری اور بہزاد لکھنوی کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔

امیر مینائی ۱۳۱۸ھ کی وہ نعت بڑی شہرت کی حامل ہے جس کا مطلع ہے:-

سکہ رائج جب سے دینِ مصطفےٰ کا ہوگیا
غلغلہ ساری خدائی میں خدا کا ہوگیا

اور جس کا مقطع ہے:-

نعت میں ہم نے جو لکھا ایک پرچہ بھی امیر
حل گئی دولت وہ نسخہ کیمیا کا ہوگیا

خواجہ الطاف حسین حالی ۱۳۳۳ھ کی نعت اُردو ادب اور جذبات عقیدت کا عمدہ نمونہ ہے جس کا

پہلا بند یہ ہے :۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا۔ مرادیں غریبوں کی برلانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا۔ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

مولانا ظفر علی خان ۱۳۷۶ھ کی نعتوں کا سلسلہ بہت وسیع بھی ہے اور اس میں بوقلمونی بھی پائی جاتی ہے۔ انکی یہ نعت زبان زد عوام ہے جس کا ایک شعر ہے :۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نقطہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ماہر القادری کی ایک نعت کا یہ شعر حقائق کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے :۔

شریعت کا یہ اصرار ختم الانبیاء کہیئے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیئے

بہزاد لکھنوی ۱۳۹۴ھ کا نعت کا مطلع کتنا روح پرور ہے:

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

اردو زبان کے علاوہ اس ملک کی علاقائی زبانوں میں بھی شعرا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں مثلاً پشتو میں خوشحال خان خٹک، رحمٰن بابا اور حمزہ شنواری کی نعتیں مشہور ہیں۔ سندھی میں شاہ عبد اللطیف بھٹائی کا نعت میں عارفانہ کلام ملتا ہے۔ پنجابی میں حضرت بلھے شاہ۔ میاں محمد جہلمی پیر فضل حسین فضل اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی نعتیں ایک خاص کیفیت کی حامل ہوتی ہیں۔

غرض دنیا کی شاید ہی کوئی علمی زبان ایسی ہو جس میں نعت نہ کہی گئی ہو۔ ورنہ مسلمان شعرا نے جس زبان میں بھی شعر کہے نعت کا عنصر ضرور شامل کیا۔ ہر زبان میں نعتیہ کلام کا جو ذخیرہ ملتا ہے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مختلف شاعروں کے بارے میں نعت گوئی کے محرکات مختلف رہے ہیں جس کا سراغ اس وقت ملتا ہے جب انکے نعتیہ کلام اور انکی عملی زندگی کا باہمی مقابلہ اور موازنہ کیا جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل محرکات معلوم ہوتے ہیں:۔

۱۔ وہ نعتیہ کلام جس کا ماخذ دماغ، عقل اور خیال ہے۔
پھر اس کے ذیلی محرکات ہیں مثلاً

(ا) فن شاعری کے مختلف اصناف سخن شلاً حمد۔ نعت۔ منقبت۔ غزل۔ مثنوی وغیرہ میں سے ہر صنف میں طبع آزمائی کرنے کا جذبہ اور استادانہ مہارت فن کا اظہار۔

(ب) رسم کے طور پر۔

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو موروثی یا جذباتی سا تعلق ہے اس کے اظہار کے لئے۔

2۔ وہ نعتیہ کلام جس کا منبع قلب اور جذبات محبت ہیں اس کی بھی دو ذیلی شاخیں ہیں۔ اوّل اظہار عقیدت کے لئے بالارادہ نعت کہنا۔ دوم جذبات محبت سے مغلوب ہو کر شعروں کا اُبل پڑنا۔ پہلی قسم کو آورد کہیں گے دوسری کو آمد۔

جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے بعض شعرا نے اتنے اونچے شعر کہے ہیں کہ وہ اپنی مثال آپ ہیں مثلاً غالب کی نعت کا ایک شعر ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

یہ شعر سینکڑوں نعتوں پر بھی شاید بھاری ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

تو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی خمریات میں اس شعر کا جواب نہیں مل سکتا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اس کی نعتیہ شاعری کا مرکز دماغ ہے دل نہیں۔ اسی طرح اکثر شعرا خواہ وہ کسی زبان سے تعلق رکھتے ہوں ان کی نعت گوئی کا محرک یا فنّی اعتبار سے کمال پیدا کرنے کی خواہش ہوتی ہے یا ایک رسمی بات ہوتی ہے۔ فن کے اعتبار سے ایسی خواہش شاعر کا ایک فنّی تقاضا ہوتا ہے جس کا اظہار ایک طرح غالب نے خود کیا ہے ؎

طرزِ بیدل میں ریختہ لکھنا ۔ اسد اللہ خان قیامت ہے

یا مثلاً ذوق نے اس جذبے کا اظہار کیا ہے ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوقؔ۔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

اس وجہ سے ایسی نعتیں عقل کو تخیل کو ضرور اپیل کرتی ہیں اور فن کے اعتبار سے بڑی جاذبیّت بھی رکھتی ہیں۔

جہاں تک دوسرے محرک کا تعلق ہے علمائے اسلام نے اظہار عقیدت کے طور پر عبادت سمجھتے ہوئے نعتیں کہی ہیں۔ ان میں فنّی اعتبار سے وہ خاص بات نہیں پائی جاتی جو اہلِ فن کے کلام میں ملتی ہے مگر انکی عقیدتمندی اور سادگی جذبات کو کسی حد تک ضرور اپیل کرتی ہیں اور کبھی کبھار دل تک ان کا اثر پہنچ جاتا ہے۔

رہیں وہ نعتیں جن کا محرک محض محبت اور سچی محبت ہوتی ہے۔ وہ بالعموم اہلِ دل، اہلِ درد اور صوفیائے کرام کے کلام میں ملتی ہیں اور اس اصول کے مطابق کہ از دل خیزد در دل ریزد۔ وہ دل میں اثر کرتی ہیں مثلاً عربی زبان میں علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ کو لیجئے اس کا ہر شعر بلکہ ہر لفظ محبت کی ایک چنگاری ہے یہی تو اس کا ہر شعر اپنے اندر ایک خاص انقلابی خاصیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اہلِ فقیر نے اس کا تجربہ کیا اور حاصل تجربہ بیان بھی کر دیا۔ مثلاً

۱۔ محبتِ الٰہی کے لئے یہ شعر ؎

محمد سید الکونین و الثقلین
خیر الفریقین من عرب و من عجم

۲۔ بیماری سے شفا کے لئے یہ شعر ؎

کم ابرأت باللمس راحته
و اطلقت ارباً من ربقة اللمم

۳۔ ہر حاجت کے لئے یہ شعر ؎

هو الحبیب الذی ترجی شفاعته
لکل هول من الا هوال مقتحم

۴۔ حادثات سے حفاظت کے لئے یہ شعر ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذ به
سواك عند حلول الحادثات العمم

۵۔ گم شدہ کی واپسی کے لئے یہ شعر ؎

وجاءت لدعوته الا شجار ساجدة
تمشی الیه علی ساق بلاقدم

یہ چند بطور نمونہ لکھے ہیں ورنہ سارے قصیدے کی اسی قسم کی خاصیات ہیں۔ اس قصیدہ کی یہ انقلابی خاصیت خواہ کسی وجہ سے بہر حال اس میں محبت آفرینی کا اثر کمال درجے کا پایا جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بقول حسرت ؎

شعر دراصل ہے وہی حسرت ۔ سنتے ہی دل میں اُتر جائے

اہلِ دل اور اہلِ درد اور اہلِ صفا کی نعتوں میں یہ اثر لازماً

پایا جاتا ہے کہ ان نعتوں کے پڑھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ سے محبت ضرور پیدا ہو جاتی ہے خواہ کسی درجے کی ہو اور اس درجے کا انحصار پڑھنے والے کے خلوص پر ہے۔

اب ہم چند ایسی نعتیں درج کرتے ہیں کیونکہ نعت کے متعلق کچھ اظہارِ خیال کرنے سے مقصد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تعلق پیدا ہو جائے۔

۱۔ علی بن حسین زین العابدین ۹۴ھ

إن نلتَ يا ريحَ الصَّبا يوماً إلى أرضِ الحرم
بلّغ سلامي روضةً فيها النبيُّ المحترم

اے بادِ صبا اگر تیرا گزر زمین حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضہ کو پہنچانا جس میں نبی محترم تشریف فرما ہیں۔

من وجهه شمس الضحى من خده بدر الدجى
من ذاته نور الهدى من كفه بحر الهمم

وہ جن کا چہرۂ انور مہر نیمروز ہے وہ جن کے رخسار تاباں ماہ کامل ہیں۔ وہ جن کی ذات نورِ ہدایت ہے اور وہ جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا ہے۔

قرآنه برهاننا فسخاً لأديان مضت
إذ جاءنا أحكامه كل الصحف صار العدم

ان کا لایا ہوا قرآن ہمارے لئے واضح دلیل ہے جس نے ماضی کے تمام دینوں کو منسوخ کر دیا جب اس کے احکام ہمارے پاس آئے تو پچھلے سارے صحیفے کالعدم ہو گئے۔

يا ليتني كنتُ لمن يتّبع نبيّاً عالماً
يوماً وليلاً دائماً وارزق كذا لي بالكرم

کاش میں اس طرح ہوتا جو نبی اکرمؐ کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے۔ اے اللہ دن رات یہی صورت اپنے کرم سے عطا فرما۔

يا رحمةً للعالمين أنت شفيع المذنبين
أكرم لنا يوم الحزين فضلاً وجوداً والكرم

اے رحمت عام آپ گنہگاروں کے شفیع ہیں ہمیں قیامت کے دن فضل و کرم سے عزت بخشئے۔

۲۔ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی ۷۲۵ھ

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں
بگرد شاہ مدینہ گرد و بصد تضرع پیام برخواں
بہ شو زمن صورت مثالی نماز بگزار اندر آنجا
بہ لحن خوش صورۃ محمد تمام اندر نماز برخواں
بہ باب رحمت گہے گزر کن بہ باب جبریل گاہ جبیں سا
سلام ربی علی نبی گہے بہ باب سلام برخواں
بنہ بہ چندیں ادب طرازی سر ارادت بخاک آں کو
صلوٰۃ وافر بروح پاک جناب خیر الانام برخواں
بہ لحن داؤد ہمنوا شو بہ نالہ و درد آشنا شو
بہ بزم پیغمبر این غزل را ز عبد عاجز نظام برخواں

۳۔ مرزا مظہر جانجاناں ۱۱۹۵ھ

خدا در انتظار حمد ما نیست ۔ محمد چشم برراہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس ۔ محمد حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد ۔ بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمد از تو می خواہم خدا را ۔ الٰہی! از تو حب مصطفیٰ را
دگر لب وا مکن مظہر فضولیست
سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

۴۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ۱۳۵۶ھ

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے

لوں لوں وچ شوق چنگیری اے۔ اج نیناں نے لایاں کیوں جھڑیاں
الطیف سری من طلعتہ ۔ والشذ وّیدی من وفرتہ
فسکرتُ ھنا من نظرتہ۔ نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں
سکھ چند بدر شعشانی اے۔ متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے۔ مخمور اکھیں ہن مد بھریاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جاناں کہ جانِ جہاں آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

اے صورت ہے بے صورت تھیں۔ بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں۔ وچ وحدت پھٹیاں جد گلیاں

دسے صورت راہ بے صورت دا
توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پر کم نئیں بے سوجھت دا
کوئی وِرلیاں موتی لے تریاں

ایہا صورت شالا پیش نظر رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گزر سب کھوٹیاں تھیسن تر کھریاں

انہاں سکیاں تے کرلاندیاں تے
لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے
شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں

سبحان اللہ ما اجملک ۔ ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا ۔ گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

اب ہم مختلف شعراء کے چیدہ اشعار انکی نعتوں میں سے انتخاب کرکے پیش کرتے ہیں ۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح ۱۵۰ھ

انت الذی لولاک ما خلق امرءٌ
کلا ولا خلق الوریٰ لولاک

(آپ وہ ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا۔ اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوق پیدا نہ ہوتی)

2۔ حضرت محی الدین ابن العربی ۶۳۸ھ

اتی لانکسار الدھر یجبر صدعہ
فاثنت علیہ السن وعوارف

(وہ آئے کہ ٹوٹے ہوئے زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں اور اس بات پر تو زبانیں ثنا خواں ہیں اور عطیات ربانی بھی ہیں)

3۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ

ملاذ عباد اللہ ملجأ خوفھم
اذا جاء یوم فیہ شیب الذوائب

(وہ اللہ کے بندوں کے ماویٰ ہیں اور خوف وہراس میں انکے ملجا۔ اس روز جب ہر جوانی پر بڑھاپا آجائے گا۔)

4۔ مولانا آزاد بلگرامی ۱۲۰۰ھ

ماذا یقرب فی ثناءک واصف
اثنی علیک اللہ حق ثنا

(آپکی تعریف میں کوئی شخص کیا پیش کرسکتا ہے آپکی تعریف تو اللہ نے اتنی کی جتنا تعریف کرنے کا حق ہے۔)

5۔ شاہ رفیع الدین دہلوی ۱۲۳۳ھ

ھل کان غیرک فی الانام من استوی
فوق البراق وجاوز الافلاک

(آپ کے سوا مخلوق میں کون ہے جو براق پر سوار ہوا اور آسمانوں کو عبور کرگیا۔)

6- شاہ عبدالعزیز دہلوی سنہ 1239ھ

فقد اُعطیتَ مالم یعطِ خلق
علیکَ صلوٰۃ ربکَ بالسلام

(آپکو وہ کچھ عطا ہوا جو کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ پر آپ کے پروردگار کی رحمتیں اور سلام ہو)۔

7- مولانا فضل حق خیر آبادی سنہ 1278ھ

فاق النبیین طُرّا فی الکمال وفی
الجمال وَالعزم والاجمال وَالسّودِ

8- فردوسی سنہ 411ھ

نبیؐ آفتاب و صحابہ چو ماہ
بہم نسبتے یک دگر راست راہ

9- خاقانی سنہ 582ھ

انگشت تو گو قلم نہ سوداست
مہ راچو سر قلم نمودہ است

10- نظامی گنجوی سنہ 602ء

سرِ سرہنگ میدان وفا را
سپہ سالارِ خیلِ انبیاءؑ را

11- خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سنہ 632ھ

ہرگز نخواندی یک ورق خلقے گرفت از توسبق
انگشت مہ را کردہ شق اے خواجہ معجز نما

12- خواجہ معین الدین چشتیؒ سنہ 633ھ

درباغ و بوستانم دیگر مخواں معینی
باغم بس است قرآں، بستانِ ما محمدؐ

13- خواجہ شمس الدین تبریز سنہ 653ھ

اے طائرانِ قدس را عشقت فزودہ بالہا
درحلقۂ سودائے تو روحانیاں را حالہا

14- بوعلی قلندر سنہ 724ھ

خرمن فیض ترا اے ابر فیض
ہم زمین و ہم زماں شد خوشہ چین

15- حافظ شیرازی سنہ 791ھ

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

16- قدسی سنہ 1056ھ

ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ ازحد می گزرد تشنہ لبی

17- مرزا عبدالقادر بیدل سنہ 1133ھ

بغیر درسِ تو علم جہانیاں باطل
بغیر حکمِ تو اعمالِ انس و جاں بیکار

18- شاہ اسماعیل شہید سنہ 1246ھ

بہ ظاہر جو ہے مقطع انبیاءؑ
حقیقت میں ہے مطلع اصفیا

19- مرزا غالب سنہ 1285ھ

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است
آرے کلام حق بر زبان محمدؐ است

20- مولانا محمد قاسم نانوتوی سنہ 1297ھ

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نور شمس ہے گر اور نبی ہیں شمس نہار

21- مولانا احمد رضا خان بریلوی سنہ 1340ھ

فیض ہے یا شاہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

22۔ عزیز لکھنوی ۱۳۵۴ھ
چشم و مژگاں سے لکھے اس نے ہزاروں دفتر
جس کے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا

23۔ علامہ اقبال ۱۳۵۷ھ
محبت از نگاہش پائیدار است
سلوکش عشق و مستی را عیار است
مقامش عبدہٗ آمد ولیکن
جہانِ شوق را پروردگار است

24۔ اکبر الہ آبادی ۱۳۶۰ھ
ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سما ابھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر صل علیٰ محمدؐ صل علیٰ محمدؐ

25۔ حفیظ ہوشیار پوری ۱۳۹۲ھ
خدا کے بعد جمال و جلال کا مظہر
اگر ملا بھی تو کوئی ترے سوا نہ ملا

26۔ شورش کاشمیری ۱۳۹۵ھ
جنہیں شعور نہ تھا عقدۂ حیات ہے کیا
اس اک نگاہ کے صدقے میں رازداں ٹھہرے

27۔ صاحبزادہ غلام نصیر الدین
کتاب آفرینش نازہا برخویشتن دارد
کہ ہستش نام پاکت زیب عنواں یا رسول اللہ

28۔ شیخ فضل اللہ جمالی ۹۴۲ھ
موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری و در تبسمی

اشعار:-

مجھ سے سب کہتے ہیں رکھ نیچی نظر اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

ترقی خواہ ہے تو صحن مسجد چھوڑ اے اکبر
کہا میں نے ترقی ہے تو خود مسجد میں پہنچے گی

کیسی نماز ہال میں ناچو جناب شیخ
تم کو خبر نہیں کہ زمانہ بدل گیا!

شرعی حدود سے تجاوز

(از حبیب الرحمٰن
ریٹائرڈ ایس۔پی۔)

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ہمیں دنیا میں حیا و عفت کے ساتھ باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے لباس پہننے کی تدبیر سکھائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اے اولادِ آدم ۔ ہم نے تم پر پوشاک اتاری جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانکے اور وسیلۂ حفاظت و زینت بھی ہے اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہی ہے۔ (الاعراف۔۲۶)

اس آیت کریمہ سے صاف عیاں ہے کہ لباس کا اوّلین مقصد ستر پوشی ہے اور لباس تقویٰ کی ہدایت اس لئے فرمائی کہ یہی دراصل باطن کی زینت و آرائش کا ذریعہ بنتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ تہذیب مغرب کے زیرِ اثر سترِ بدن اور حجاب کی شرعی حدود کو علماء کی تنگ نظری باور کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ اسی انداز فکر کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارا لباس، ہماری گفتار اور ہماری چال ڈھال سب بے حیائی کے سانچے میں ڈھل کر فحاشی کی حدود بھی پھلانگ رہی ہے۔ چہرے بے حجاب، جسم عریاں، نگاہیں مجرمانہ، زبانیں بے لگام اور فکر و سوچ آوارہ و پراگندہ ہے اور احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ سے عملاً اعراض ہر جگہ عام ہے حالانکہ خود ربِ کریم کا حکم ہے کہ

"اے ایمان والو۔ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔ (التحریم۔۶)

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کے قصّے اور اس پر ان پر نازل کردہ سزاؤں اور عذابوں کا ذکر جا بجا فرمایا ہے جو ہمارے لئے درسِ عبرت ہونا چاہیئے۔ امام احمدؒ نے نقل کیا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ "جب میری اطاعت کی جاتی ہے میں راضی ہو جاتا ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں، برکت کرتا ہوں اور میری برکت کی انتہا نہیں اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی، غضبناک ہوتا ہوں۔ لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ سبحانہٗ حیاء اور پاکیزگی کا سرچشمہ ہے اور دین اسلام کا مقصد اوّلین بھی دنیا سے ہر قسم کے فتنہ و فساد اور ہر معاشرتی برائی اور بے حیائی کا خاتمہ ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے فواحش و منکر و بغی سے)۔ بغی کے معنیٰ حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور فحشآء و منکر میں بے حیائی کے جتنے کام ہیں سب داخل ہیں۔ بلکہ اللہ جل جلالہٗ نے تو فواحش کے قریب جانے سے بھی روکا ہے۔ ارشاد فرمایا "اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ، خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ" (الانعام۔ ۱۵۱)

پس شریعتِ اسلام بنی نوع انسان کی دنیا و آخرت

سنوارنے کے لئے اتاری گئی ہے ۔ اسلام کی حکیمانہ شریعت نے اپنے حلقہ بگوشوں کو حیاء اور ایمان کا سرمایہ عطا فرمایا اور زمانۂ جاہلیت کے گندے اعمال و رسوم کی پیروی کرنا تو کجا ان کی ظاہری مشابہت سے بھی باز رہنے کا حکم دیا ہے ۔

سَتر ڈھانکنے کا حکم

چنانچہ عورتوں اور مردوں کو فحش اور بہیمیت کے حیاء سوز اثرات سے بچانے کے لئے سب سے پہلے ”سَتر“ ڈھانکنے کا حکم دیا ۔ یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے ۔ عورت کے متعلق سَتر گردن سے ٹخنے اور گٹے تک ہے جس کا ڈھانپے رکھنا بہرحال ضروری قرار دیا گیا ہے ۔ گردن سے اوپر چہرہ اور گٹے سے نیچے ہاتھ پاؤں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں ۔ اسی طرح مردوں کے لئے سَتر ناف سے گھٹنے تک ہے جس کا پردہ کئے رکھنا ہر حالت میں ضروری ہے ۔

گویا سَتر مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے ۔ فرق صرف حدِ سَتر میں ہے ۔ مگر حجاب (پردہ) کے سلسلے میں حکم صرف عورتوں کے لئے ہے ۔ یہ فرق نوعیت جسمانی میں فطری فرق اور تقسیمِ کار کی وجہ سے رکھا گیا ہے ۔

سَتر کا محرم اور نامحرم سے چھپانا ضروری ہے حتیٰ کہ مرد یا عورت تنہا بھی ہو تب بھی سَتر کا بلا ضرورت کھولنا مکروہ ہے ۔ گویا سَتر کا کھولنا بے حیائی میں شامل ہے کیونکہ ایسا کرنا فحش کا محرک ہے ۔ نماز کی حالت میں سَتر کا چوتھائی حصہ بھی کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہاں دیکھنے والا کوئی موجود ہو یا نہ ہو ۔

پردہ کا حکم اِنسدادِ فحش کیلئے ہے

اسی طرح پردہ کا حکم بھی ایک شرعی اور دینی ضرورت ہے ۔ یہ کسی فرد یا سوسائٹی نے کسی ہنگامی مصلحتوں کے تحت تجویز نہیں کیا بلکہ خود خالقِ کائنات نے بے شمار حکمتوں کے تحت دیا ہے ۔ دراصل پردہ فی نفسہٖ ضروری نہیں بلکہ اس کی ضرورت اُسی وقت پیش آتی ہے جب کوئی دیکھنے والا موجود ہو اور وہ نامحرم ہو ۔ پردہ کا حکم انسدادِ فحش کے لئے ہے ۔ جیسے شراب سے روکا جانا اس کے نشے کی کیفیت سے بچانا ہے ۔ اگر دیکھنے والا محرم مرد ہو یا بحالت نماز چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھلے رہ جائیں تو یہ نہ فحش و بے حیائی میں داخل ہے اور نہ ہی مفسد نماز ہے یعنی یہ اضافی پردہ اسی وقت ضروری ہے جب کسی فتنہ کا اندیشہ یا احتمال ہو مثلاً اجنبی اور نامحرم مرد سے ورنہ نہیں ۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ ”بلا شبہ عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے ۔ وہ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اُسے تاکتا ہے (کہ اب کسی کو بد نگاہی میں، کسی کو بدخیالی میں اور کسی کو بدعملی میں مبتلا کرے گا ۔“

لہٰذا اس خزانہ کو مخفی اور محفوظ رکھنے کے لئے مردوں سے عدم اختلاط (میل جول سے بچنا) نہائت ضروری ہے ۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا ”میری اُمت کی عورتوں کا بہترین کام یکسوئی اور (مردوں سے) کنارہ کشی ہے ۔“

ظاہر ہے کہ یہ یکسوئی عورتوں کی نقل و حرکت کو محدود کئے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ان کی عفت وآبرو اور عزت کو برقرار رکھنے کے لئے شریعت نے محض لباس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ گھر کی چار دیواری میں رُکے رہنے کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"عورتیں اپنے گھروں میں سکون و قرار سے رہیں اور زمانۂ جاہلیت کے دستور کی طرح آزاد تفریحات میں نہ پڑیں۔" (الاحزاب آیت ۳۳)۔

اگر کسی ضروری لین دین کے سلسلہ میں عورتوں کو طلب وسوال کی ضرورت پیش آجائے اس کے لئے بھی شریعت نے پردہ کو ضروری قرار دیا اور حکم دیا کہ پردہ کے پیچھے سے ہی مانگ لو۔ اسی سے خود اندازہ لگالیں کہ بازاروں میں عورتوں کا لین دین کرنا یا سیر و تماشے کے لئے نکلنا یا میلوں اور سینماؤں میں جانا، کلبوں اور پارکوں میں پھرنا یا مردوں کے ساتھ دفتروں اور بینکوں میں کام کرنا عورت کی فطری شان اور حرمت کے کس قدر منافی ہے اور احکامِ الٰہی اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کی کس قدر نافرمانی اور مخالفت ہے۔

البتہ خاص ضرورتوں کے وقت مثلاً سفرِ حج۔ زیارتِ والدین۔ عیادتِ اقرباء۔ تعزیت یا تقریبات کے لئے عورتوں کو نکلنے سے روکا بھی نہیں گیا۔ مگر چند شرائط اور قیود عائد کی گئی ہیں۔ مثلاً سفرِ حج کی اجازت تو دی مگر فتنوں سے بچنے کے لئے محرم کی شرط لگا دی۔ ارشادِ نبوی ہے۔ "کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ بلا خاوند یا کسی محرم مثلاً باپ۔ بیٹا۔ بھائی وغیرہ کے حج کرے۔" (طبرانی)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب سفرِ حج میں لباس کی سادگی اور نیک مقصد کے ہوتے ہوئے جس فتنہ کے احتمال کے باعث پابندی عائد کی گئی تو دوسرے کم اہمیت کے سفر جس میں عورتیں عموماً زیادہ زینت و آرائش کے ساتھ نکلتی ہیں لازماً زیادہ پابندی ہونی چاہیئے کیونکہ اسمیں احتمال فتنہ اور بھی زیادہ ہے۔

نماز میں پردہ کا حکم

سفر تو درکنار شریعت نے مقامی نقل وحرکت پر بھی پابندیاں عائد کی ہیں کیونکہ اس میں بھی مردوں کے ساتھ اختلاط کا خطرہ اور فتنہ موجود ہے مثلاً نماز باجماعت اور حاضریٔ مساجد پر بھی سخت پابندیاں عائد ہیں۔

حضرت ام حمید ساعدیہؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا "یا رسول اللہ! میری پسند خاطر یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کیا کروں"۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"میں نے سمجھ لیا پس بات یہ ہے کہ تیری نماز تیری گھر کی کوٹھری میں افضل ہے گھر کے دلان سے اور دلان میں تیری نماز افضل ہے عام صحن کی نماز سے اور عام صحن کی نماز بہتر ہے گھر کی مسجد کی نماز سے اور گھریلو مسجد کی نماز تیرے لئے افضل ہے محلہ کی مسجد میں پڑھنے سے۔" (مسند احمد)۔

اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ "آخر ان تمام احکام و ہدایات کی علت کیا تھی؟ یہی نہ کہ تخم فتنہ کو اختلاط جنسین کی آبیاری سے نشوونما کا موقع نہ ملے۔"

گویا عورتوں کو مساجد میں باجماعت نماز کے لئے کوئی

امر نہیں - اگر اجازت بھی ہے تو وہ رات کی تاریکیوں میں اور وہ بھی شوہروں کی اجازت سے - مگر رات کے وقت بھی یہ شرط عائد کر دی گئی - ارشاد نبوی ہے - " جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں مسجد میں نہ آئے۔ (مسلم شریف)

معلوم ہوا کہ شریعت اسلامی کی نظر عورت کے حُسنِ نیت اور عبادت و ثواب جماعت کی طرف نہیں بلکہ اُس کے بےحجاب اور بناؤ سنگار کر کے نکلنے سے پھیلنے والے فتنہ کی طرف ہے اسی لئے یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ گھر سے باہر نکلتے وقت کوئی عضو کھلا نہ رہ جائے - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے - " اور اپنے گریبانوں پر اوڑھنیوں کا آنچل ماریں" (نور ۳۱) نیز ارشاد فرمایا - " عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔" اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ " اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ اُن کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔" (سورۃ نور - ۳۱) -

اگر عورت مسجد میں پہنچ بھی جائے تو وہاں بھی یہ حکم ہے کہ عورتیں سب سے پچھلی صفوں میں کھڑی ہوں جو کہ نو عمر بچوں کے بھی پیچھے ہوں -

اعتکاف میں بھی جائز نہیں کہ عورتیں مساجد میں اعتکاف کریں بلکہ مردوں کے اختلاط کو روکنے کیلئے جنازوں کے ساتھ جانے سے بھی عورتوں کو روک دیا گیا ہے - حتیٰ کہ مُردہ عورت کو بھی ستر و حجاب میں چھپائے رکھنے کا حکم ہے - مردوں کو عورت کے بچے ہوئے پانی تک سے وضو کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پانی کو عورت کے ساتھ نسبت قائم ہو چکی ہے - گویا خیالی اختلاط پر بھی پابندی ہے۔

ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

- اگر تو نے ہزار سال تک چنگاری پر ماتھا ٹیک کر اللہ کو سجدہ کیا مگر تیرے قلب کا رُخ دوسری طرف ہی رہا تو کچھ بھی مفید نہ ہوگا - اگر زبان عالم ہے اور قلب جاہل تو نافع نہیں
- توبہ حقیقت میں تبدیلی حکومت ہے، پہلے نفس حاکم تھا، اب اللہ
- عزیز من! عمل پر مغرور مت ہو، اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے - حق تعالیٰ سے یہ درخواست کر وہ تیرا خاتمہ بخیر فرمائے اور اس عمل پر روح قبض فرمائے جو اسے سب سے پیارا ہو۔

دارالعرفان کے شب و روز

پروفیسر باغ حسین کمال۔

کوہستانِ نمک کی پُر فضا وادئ ونہار میں چکوال خوشاب روڈ پر واقع ایک عظیم الشان اور بلند و بالا دو منزلہ مسجد تمام تر دنیا میں ایک انفرادی شان رکھتی ہے کہ اس میں مجددِ تصوّف و سلوک حضرت بحرالعلوم و قلزم فیوض حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب برسوں تک دنیا کے کونے کونے سے آنے والے تشنۂ کامانِ حق کو اخروی زندگی کا سامان فراہم کرتے رہے۔ ذکرِ خفی بطریق پاس انفاس کے ذریعہ آئینہ ہائے قلوب کا زنگ اتارنے، انہیں چمکانے اور تزکیۂ باطن کے بعد ان میں محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول کی کیفیت قلیل عرصہ میں پیدا کر کے اپنے متوسلین کی زندگی قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھال دینا آپ کی صحبت و نگاہ کا کمال تھا۔ پار سال وہم وگمان بھی نہ تھا کہ اگلا سال ہم ہوں گے مگر یہ فضائیں حضرت جی کے وجودِ بابرکت سے تہی دامن ہوں گی۔

حضرت جی کے وصال کے بعد آپ کے خلیفۂ اوّل حضرت مولانا محمد اکرم مُنارہ وی کے شانوں پر متوسلین کی تربیت کا بارِ گراں آ پڑا تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلا "حضرت جی کی نمائندگی اور غلامی کی سعادت اس فقیر کے حصہ میں آئی۔ الحمدللہ ذالک۔ خدا شاہد ہے کہ زندگی میں کبھی یہ سوچا بھی نہ تھا۔ بلکہ حضرت جی کے ہاتھوں میں مرنے کی آرزو رہی۔ مگر اللہ کریم کی مرضی اسی طرح تھی اور اب یہ اللہ تعالیٰ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مشائخ سلسلہ کی بہت بڑی امانت ہے، بازیچۂ اطفال نہیں ہے۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ دمِ واپسیں تک اس کی حفاظت کروں گا اور اللہ کریم سے توفیق کا طالب ہوں کہ اس کی خدمت کا حق ادا کر سکوں۔"

سو حسبِ سابق اب کے بھی عشرہ اعتکاف کے دوران تقریباً ڈیڑھ سو ساتھی موجود تھے۔ بعد ازاں چلّہ تربیت کے دوران سینکڑوں ساتھی اپنی فرصت کے مطابق آتے جاتے رہے۔ حضرتِ منارہ وی دونوں خصوصی اوقات (سحری و مغرب) کا ذکر خود کراتے اور توجہ دیتے رہے۔ پرانے ساتھیوں کو تو علم ہے کہ حضرت جی نے زندگی کے آخری چند سالوں میں اس خیال سے کہ نئے آنے والے ساتھی روحانی بیعت کی نعمت آسانی سے میسّر آجانے کے باعث اسے چنداں اہمیت نہیں دیتے اور اس کے لئے مجاہدہ نہیں کرتے، روحانی بیعت بہت کم کر دی تھی۔ مگر اس سال حضرتِ منارہ وی نے استعداد کے مطابق تقریباً دو صد پرانے ساتھیوں کو دربارِ رسالت میں پیش کر کے انہیں روحانی بیعت کے لازوال و بے مثال شرف سے نوازا۔

اب کے ساتھیوں کی تربیت کے پروگرام میں مجاہدہ کچھ زیادہ کر دیا گیا تھا۔ اس پروگرام کی نگرانی جناب حافظ غلام جیلانی صاحب اور جناب مختار صاحب کے ذمہ تھی۔ انہوں نے ساتھیوں کو چار گروپوں۔ لطائف، مراقباتِ ثلاثہ، امیدوارانِ روحانی بیعت اور سالک المجذوبی میں

بانٹ کر مختلف پرانے ساتھیوں کو انکی تربیت پر مامور کیا۔ دن کے دوران اور اجتماعی ذکر کے پروگرام ۸ تا ۱۰ بجے اور ۴ تا ۵ بجے شام، تلاوتِ قرآن پاک اور مسائل فقہی کے پیریڈ الگ تھے۔ ان کے علاوہ تقریباً تمام دن اور رات ۱۱ بجے تک ہر گروپ اپنے اپنے طور پر ذکر میں مشغول رہ کر اپنی کمی دور کرنے کے لئے کوشاں رہتا اور پھر "صاحبِ بصیرت" ساتھی وقتاً فوقتاً جائزہ لے کر لطائف والوں کو مراقباتِ ثلاثہ، اور مراقباتِ ثلاثہ والوں کو مسجد نبوی ﷺ تک اور مسجد نبوی ﷺ والوں کو روحانی بیعت کے مراحل تک لے جاتے۔ یوں ساتھیوں میں ذوق شوق بڑھتا رہا اور وہ مسلسل ترقی کی منازل سر کرتے رہے۔

نمازِ فجر کے بعد حضرت مناروی مدظلہ درسِ قرآن پاک دیتے اور چیدہ ساتھیوں کے ساتھ رہنے کے بعد کسبِ معاش کے لئے اپنے کھیتوں وغیرہ پر چلے جاتے، نمازِ عصر دارالعرفان میں ادا فرماتے اور مغرب تک ساتھیوں کو صحبتِ شیخ پھر میسر آجاتی۔ چند فرمودات حاضر ہیں:-

اللہ جل شانہٗ کی عطا کسی کے مشورہ کی محتاج اور وقت کی پابند نہیں ہے۔ بہت آگے نکل جانے والے لوگ بعض لغزشوں کی وجہ سے بہت پیچھے آجاتے ہیں اور بہت پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ بعض اوقات ایک نگاہ میں بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ اس راستے میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ زندگی بھر شیخ کی تلاش میں سرگرداں رہے اور اسی تلاش میں دنیا سے گزر گئے۔ مقامات کا حصول تو درکنار کوئی بتانے والا بھی نہ مل سکا لیکن ان کی طلب ایسی صادق تھی کہ وفات کے سالوں بلکہ صدیوں بعد کوئی ایسی ہستی قبر پر سے گزری جس کے طفیل برزخ میں بھی عالم امر تک منازل نصیب ہوگئیں۔ یہ رب کی مرضی کہ کس کو کس وقت کیا بخش دیگا۔ میری ناقص رائے میں ہر ساتھی پر واجب ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کی عطا کردہ نعمت کی حفاظت کرے۔ اپنی کوشش اپنی بڑائی کے لئے نہیں بلکہ اللہ احد اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت کیلئے وقف کرے۔

میں یقیناً جب اللہ کریم چاہیں گے کبھی ہاتھ نہیں کھینچوں گا۔ جس میں جتنی اور جب بھی استعداد ہوگی اسے انشاء اللہ کچھ زیادہ ہی ملے گا لیکن اس امید کے ساتھ کہ آپ بھی شرمندہ نہیں کریں گے۔ اس لئے بھی کہ یہ نعمت دنیا میں باقی رہے اور اگر خدا نے اس نعمت کو لوگوں سے واپس لینا ہی ہے تو اس واپسی کا سبب کم از کم میں نہ بنوں۔ سو جب تک میں اور آپ حق پر رہیں گے۔ خلوص اور دیانت داری کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، معرفتِ الٰہیہ کے حصول اور قربِ الٰہی کی تلاش کیلئے ان منزلوں کی طرف گامزن رہیں گے تب تک یقیناً یہ انعام اور یہ دولت ہمارے پاس رہے گی۔

فنا فی الرسول میں حق یہ ہے کہ یہ انسان کا مکمل میتہ بن جائے:

؎ انکی ڈیوڑھی عطا ہو مجھے یا الٰہی یہ میری دعا ہے!
کوئی پوچھے تو میں کہہ سکوں، بابِ جبریل میرا پتہ ہے

حتیٰ کہ ملک الموت بھی آئے تو صوفی کی روح کو دربارِ نبوی ﷺ میں باریاب بلائے اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب یہ مقام راسخ اور کامل ہو جائے۔ ایسے میں بالکل یوں ہوتا ہے کہ ملک الموت ایسے شخص کی روح کو پکڑ کر نہیں لے جاتا بلکہ دنیوی بدن کے ساتھ اس کے تعلق کو منقطع کر دیتا ہے۔ فنا فی الرسول کا عمومی مفہوم بھی یہی ہے کہ انسان اپنے آپ سے گزر جائے۔ خود فنا ہو جائے۔ اگر باقی ہو تو سنتِ نبوی ﷺ کے ساتھ ہو۔ اس کا قول وفعل اور

کردار و عمل حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکامات و سُنت کا مظہر ہو اور اس میں اس کی اپنی رائے کو دخل نہ ہو۔

بحیثیت انسان ... خطائیں بھی ہوتی ہیں۔ ان خطاؤں کو وہ اپنی طرف منسوب کرے۔ سمجھے کہ غلطی میری کمزوری اور نفس کی وجہ سے ہے اور کمالات کو اُس جانب منسوب کرے کہ یہ روشنی، یہ ضیاء اور یہ عطا سب اُس کی طرف سے ہے۔

چند سال قبل یہ بلند و بالا عمارت حضرت جی کے ایک کمرہ اور تھڑے پر مشتمل تھی۔ دو سال یہ حالت رہی کہ رات کو ہمارے سروں پر آسمان کی چادر تنی ہوتی تھی اور دن کو سڑک کنارے درختوں کی چھاؤں میں اوٹ لیا کرتے تھے۔ مگر اب یہاں ایک شاندار عمارت دعوتِ نظارہ دیتی ہے۔ باغیچہ کو بابا محبت نے اپنے خلوص کے پانی سے سینچ سینچ کر رونق بخشی ہے اور سارا ماحول کرنل مطلوب صاحب کی شبانہ روز محنت، عزم، ہمت اور ساتھیوں کے ولولہ کا زبانِ حال سے اعتراف کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مزید برآں حضرت مناروی مدظلہ کا بے پایاں اخلاص اور ایثار ہر ذرہ سے آشکارا ہے

انتظامی امور اور لنگر اور کینٹین کا انتظام و انصرام ہیڈ ماسٹر محمد خان صاحب اور قاضی بشیر احمد صاحب کے سپرد تھا۔ انہوں نے اپنی ٹیم کے ہمراہ ساتھیوں کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

اس چلّہ کا خاتمہ حضرت جی کے مزارِ اقدس پر حاضری سے ہونا تھا۔ چنانچہ ۱۵ر اگست کو صبح دم قافلۂ عشاق لاریوں، ویگنوں اور کاروں میں "مرشد آباد" کی طرف رواں دواں تھا۔ تقریباً ۱۲ بجے تک سب ساتھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ حضرت جی کے قدموں میں پہنچ کر دل عجیب قسم کے سرور سکون سے لبریز ہو گئے۔ اگرچہ دھوپ تھی مگر ہوا کے جھونکے چلتے رہے جس سے تمازت کا اثر بہت کم محسوس ہوتا رہا۔ رات کو تیز ٹھنڈی ہوا چلتی رہی اور فضا میں وہ تازگی اور برودت تھی کہ چند گھنٹوں کی نیند سے سب ماندگی اور تھکاوٹ دور ہو گئی۔ نمازِ فجر کے بعد حضرت مناروی کے الوداعی خطاب سے یہ بہار آخر شد۔

عِلم

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ تین باتوں کے لئے علم نہ سیکھنا چاہیے۔ بحث، فخر اور ریا کے لئے ــــ اور تین باتوں کے لئے ضرور سیکھنا چاہیے۔ حیا اور زہد کی معرفت کے لئے اور جہالت کو دور کرنے کے لئے۔

شراب نوشی

محمد اسرار مسقط

زندگی نام ہے بندگی کا اور بندگی کرنی چاہیے ربّ العزت کی نہ کہ ہوائے نفس کی۔ مگر آج مسلمان اخلاقی پستی اور دین بیزاری میں جس حد کو پہنچ چکا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ نماز روزہ۔ حج اور زکوٰۃ تو ایک طرف رہے۔ اب تو اس کے اندر لاتعداد۔ مختلف قسم کی خوفناک برائیوں نے جنم لیا ہے۔ ان میں سب سے قبیح شے شراب نوشی ہے۔ دُنیا بھر کے مسلمانوں میں اِس کا استعمال عام رواج پکڑ چکا ہے۔ اور اس کے پینے میں ذرہ بھی شرم و حیا اور حرج محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ یہ لوگ گمراہ طبقوں اور طاغوتی طاقتوں کے اُبھارنے پر شراب نوشی کو تہذیب و ترقی کا معراج سمجھنے لگے ہیں۔ اور بڑے فخر و انبساط کے ساتھ سرِعام مے نوشی کرتے ہیں۔ بعض نادان مسلمانوں نے تو باقاعدہ طور پر شراب کی تجارت شروع کی ہے گویا یہ کوئی مباح چیز ہے۔ دین کے اندر شراب اپنی جملہ انواع کے ساتھ حرام ہے۔ اور پینے پلانے والوں کے لیئے شدید وعید و ترہیب موجود ہے۔ لیکن بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ بعض مسلمان جو احکام شریعت سے قطعی طور پر نابلد ہیں۔ علانیہ طور پر اِس امر کا اظہار و اعلان کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں شراب کی حُرمت ہی موجود نہیں۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے۔ کہ قرآن و حدیث دونوں میں اِس کی حُرمت موجود ہے۔ تو سب سے پہلے ہم قرآن سے رجوع کرتے ہیں۔ خمر (شراب) کے سلسلے میں چار آیتیں نازل ہوئی ہیں اوّل مکّہ میں اللہ کا یہ ارشاد نازل ہُوا۔

۱۔ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ (سورۂ النحل)

(ترجمہ۔ اور (نیز) کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو۔ بے شک اِس میں اُن لوگوں کے لیئے بڑی دلیل ہے۔ جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں۔)

یہ آیت شریفہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت اور عظیم کاریگری پر دال ہے۔ اور اِس میں عبرت و تدبر ہے۔ اُس وقت مسلمان شراب پیتے تھے۔ اور یہ چیز اُن کے لیئے حلال تھی پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا۔ کہ اے اللہ کے رسول۔ ہمیں شراب کے سلسلہ میں فتویٰ دیجئے۔ کیونکہ یہ عقل کو زائل اور مال و دولت کو برباد کرنے والی ہے۔ تو اِس موقعہ پر اللہ کا یہ ارشاد نازل ہُوا:۔

۲۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ (سورۂ البقرہ)

(ترجمہ۔ لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ دونوں (کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو (بعضے)

فائدے بھی ہیں اور دونوں) گناہ کی باتیں اِن فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

یہ نص تحریمِ شراب کے سلسلے میں پہلا قدم ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا کر کہ شراب و جُوا میں نفع کے نسبت گناہ زیادہ ہے مسلمانوں کے اندر دینی شعور و وجدان کو پہلے بیدار کیا۔ جس میں اِس بات کی طرف واضح اشارہ تھا۔ کہ اس کا ترک کر دینا بہتر ہے۔ پھر اِس سلسلے میں دوسرا اقدام اِس آیت کے ذریعے کیا گیا۔

۳۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (سورۃ نساء)

(ترجمہ۔ اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔

اِس آیت شریفہ کے ذریعے شراب نوشی کے مواقع بیان کر دیئے گئے۔ جب یہ دونوں اقدامات پورے کر دیئے گئے تو آخر میں شراب اور جواء کو حتمی طور پر حرام قرار دے دیا گیا۔ ارشاد باری ہے۔

۴۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ)

(ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ بات یہی ہے کہ شراب اور جواء اور بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں۔ سو اِن سے الگ ہو رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔ اور شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جواء کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو روکے۔ سو اب بھی باز آؤ گے)۔

یہ آیت تحریم شراب کے سلسلہ میں نص قطعی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تحریم شراب کے احکامات بتدریج نازل ہوئے ہیں۔

اب ہم حرمتِ شراب کے سلسلے میں احادیث کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ کل شراب اسکر فھو حرام۔ ہر مشروب جو نشہ لائے حرام ہے (مالک، شافعی، احمد، ابوداؤد و سنن بخاری، مسلم)

۲۔ کل مسکر حرام۔ ہر نشہ آور شے حرام ہے (احمد ابوداؤد، نسائی، بخاری، مسلم)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ انگور کی بھی شراب ہوتی ہے۔ کھجور کی بھی شراب ہوتی ہے شہد کی بھی ہوتی ہے۔ اور جَو کی بھی ہوتی ہے۔ اور میں تمہیں ہر قسم کے مسکر سے منع کرتا ہوں۔ (احمد، ابوداؤد دار قطنی، حاکم)

۴۔ فرمایا۔ زانی جس وقت زنا کرتا ہے۔ مؤمن نہیں ہوتا۔ چور جس وقت چوری کرتا ہے مؤمن نہیں ہوتا اور شرابی جس وقت شراب پیتا ہے مؤمن نہیں ہوتا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

۵ ۔ فرمایا۔ اللہ کی لعنت ہو شراب پر۔ اور اس کے پینے والے پلانے والے، خریدنے والے، بیچنے والے۔ تیار کرنے والے اُٹھا کر لے جانے والے پر اور اُس شخص پر جس کے لیئے اُٹھا کر لے جایا جائے۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

۶۔ طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الخمر ام الخبائث۔ یعنی شراب خباثت کی ماں ہے۔ (یعنی تمام خرابیوں کی جڑ ہے)

۷۔ ابو طلحہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن یتیموں کے سلسلہ میں دریافت کیا جو اُن کے زیر کفالت تھے۔ اور اُنہیں شراب وراثت میں ملی تھی۔ تو آپؐ نے اُسے پھینک دینے کا حکم دیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول۔ ہم اُسے سرکہ نہ بنالیں۔ آپؐ نے فرمایا "نہیں"۔

(مسلم، ابو داؤد، ترمذی)

۸۔ جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ شراب نہ پیئے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہو۔ (طبرانی)

۹۔ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اُس کی قیمت۔ میتہ اور اُس کی قیمت اور خنزیر اور اُس کی قیمت کو حرام کر دیا ہے۔

(ابو داؤد وغیرہ)

۱۰۔ کل مسکر خمر وکل خمر حرام۔ ہر مسکر خمر (شراب) ہے اور ہر خمر (شراب) حرام ہے

(احمد، ابو داؤد، طیالسی، مسلم، سنن، ترمذی)

اس ضمن میں اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں لیکن ہم نے صرف اسی پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ عقلمند کے لیئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

اثرات و نتائج:۔ شراب نوشی کبیرہ گناہ ہے۔ جس کے ارتکاب سے اللہ اور اُس کے رسولؐ نے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔ اور شراب پینے والے پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ قرآن نے اسے گندہ۔ شیطانی عمل قرار دیا ہے۔ شیطان شراب کے ذریعے لوگوں میں عداوت۔ دشمنی۔ حسد۔ کینہ اور بغض پیدا کرتا ہے۔ اور شراب کے ذریعے سے ذکر الٰہی اور نماز سے روکتا ہے۔ مسکرات کی وجہ سے عقل و جسم، خراب اور کمزور پڑ جاتے ہیں۔ مال برباد ہو جاتا ہے۔ اور شر و فساد کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ طب جدید نے یہ بات ثابت کر دی ہے۔ کہ شراب کی تحریم میں مذہب اسلام بالکل حق بجانب ہے۔ کیونکہ یہ جسم انسانی کو سخت ضرر پہنچاتی ہے۔ ہڈیوں کو کمزور اور جسموں کو فنا کر ڈالتی ہے۔ بسا اوقات اچانک موت کے حوادث اور حرکت قلب بند ہونے سے مرنے میں شراب کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ شراب نے کتنے آباد گھروں کو ویران کر ڈالا۔ شرابیوں سے راز و بھید کی مخفی باتوں کا افشاء ہو جاتا ہے۔ خاص کر حکومت، سیاست اور فوج سے متعلق رازوں کا شرابی عام لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور رسوا سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بچے بھی اُس کی تضحیک کرتے ہیں۔ نشہ انسان کو زنا و قتل جیسے جرائم پر اُبھارتا ہے۔ ان کی ہمت افزائی کرتا ہے اور ان کے ارتکاب پر جری بناتا ہے۔ آخر میں ایک واقعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اور اسی پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں ایک شخص نے شراب پی لی۔ اور نشے میں مدہوش ہو گیا جس سے اُس کی عقل جاتی رہی۔ اُس نے نشے کی حالت میں ایک پاگل شخص کو شراب پینے کی دعوت دی تو پاگل نے جواب دیا۔ کہ تم تو شراب اس لیئے پیتے ہو تاکہ میری طرح ہو جاؤ تو بھلا میں کس کی طرح ہونے کے لیئے شراب پی لوں"۔

فہرست مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دلائل السلوک خاص ایڈیشن ۶۰/-	مسئلہ ایمان بالقرآن ۳/-	خدایا ایں کرم بار دگر کن ۱۰/-
دلائل السلوک اردو ۲۵/-	بنات رسول ؐ ۲/-	بزم انجم ۲۰/-
دلائل السلوک انگلش ۴۰/-	داماد علیؓ ۲/-	علم و عرفان ۲/۵۰
حیات برزخیہ ۲۵/-	تفسیر آیات اربعہ ۵/-	فوز عظیم ۲/۵۰
حیاتِ انبیاء اوّل ۱۵/-	حضرت امیر معاویہؓ ۱۰/-	فضائل توبہ و استغفار ۲۵/-
حیات انبیاء مذاہب اربعہ ۱۰/-	دربار حبیبؐ میں چند روز ۵/-	پاکیزہ معاشرہ ۱۰/-
الدین الخالص ۲۵/-	اسرار التنزیل اوّل تا چہارم فی ۱۰/-	حج کی دعائیں تین رنگ میں ۵/-
ایمان بالقرآن ۴۰/-	درس قرآن ۵/- ، راہی کرب و بلا ۱/۵۰	امداد السالکین ۲۰/-
تحذیر المسلمین ۲۵/-	ارشاد السالکین ۵/-	ضیاء القلوب [illegible]
الجمال والکمال ۵/-	انوار التنزیل ۵/-	فیوض الحرمین ۱۲/۵۰
سیف اویسیہ ۱۰/-	لغزشیں ۱۰/-	اللہ کی باتیں ۳۶/-
کمالاتِ عقائد علمائے دیوبند ۵/-	دین و دانش ۱۰/-	احادیث قدسیہ ۲۰/-
اسرار الحرمین ۵/-	کس لئے آئے تھے ۵/-	اکمال الشیم ۲۲/-
تعارف ۳/-	ذکر اللہ عربی ۳/-	الفتح الربانی ۴۵/-
تحقیق حلال و حرام ۴/-	مغالطے ۵/-	تعلیم الدین ۱۰/-
حرمت ماتم ۴/-	تصوف و تعمیر سیرت ۱۰/-	فتوح الغیب ۱۵/-
ایجاد مذہب شیعہ ۴/-	کونوا عباد اللہ ۳/-	ایک نصیحت آموز خط ۲/-
شکست اعدائے حسین ۴/-	اطمینان قلب ۱۵/-	حیات المسلمین ۱۵/-

ماہنامہ
المرشد
در یادگار حضرت العلام مولانا
اللہ یار خان نور اللہ مرقدہ
★
زیر سرپرستی
حضرت مولانا
محمد اکرم صاحب مدظلہ
ترجمان احوال و باطنی اصلاح

شرح چندہ

فی پرچہ :	۴/-
سالانہ چندہ :	۴۵/-
مشرقِ وسطیٰ :	۱۲۰/-
یورپ :	۱۴۰/-
امریکہ کنیڈا :	۱۶۰/-
لیبیا :	۱۵۰/-

ملنے کا پتہ
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ و ماہنامہ "المرشد" دار العرفان منارہ ضلع جہلم
سول ایجنٹ : مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فورا سن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255